جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

القران الحکیم ٦٥:١٢

النور

فتح ۱۳۸۸ ہش
دسمبر ۲۰۰۹ء

Masjid Mahmood, Smyrna, Tennessee
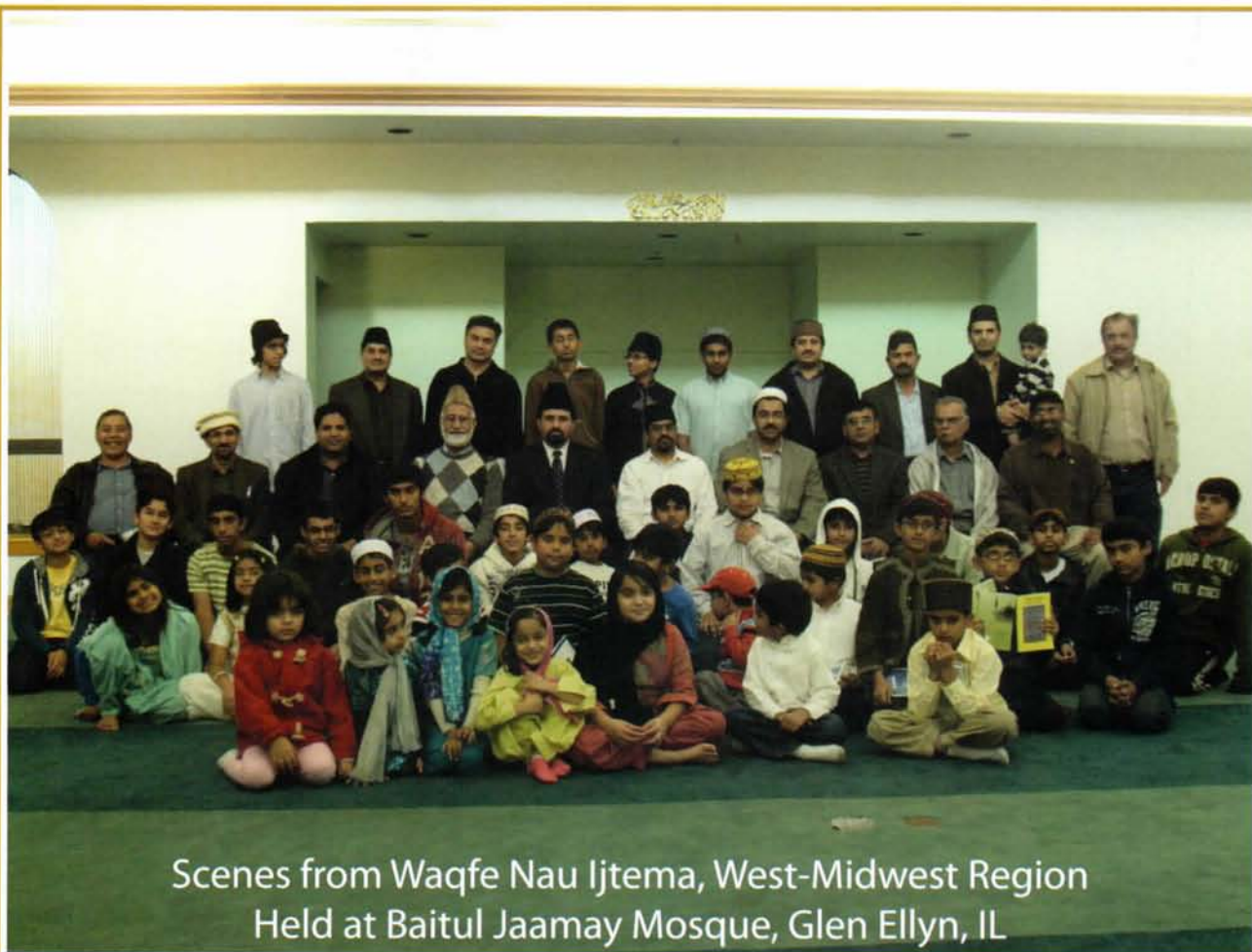
Scenes from Waqfe Nau Ijtema, West-Midwest Region
Held at Baitul Jaamay Mosque, Glen Ellyn, IL

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط (2:258)

النـــور

دسمبر 2009

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ:
karimzirvi@yahoo.com
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۙ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۵ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝

(القریش: 4-5)

پس وہ عبادت کریں اس گھر کے ربّ کی۔ جس نے انہیں بھوک سے (نجات دیتے ہوئے) کھانا کھلایا اور انہیں خوف سے امن دیا۔

{700 احکامِ خداوندی صفحہ 57}

قرآن کریم

وَلَوْ يُؤَاخِذُاللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَايَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ٥

(سورۃ النّحل: 62)

اوراگراللہ انسانوں کاان کاان کےظلم کی بناپرمؤاخذہ کرتا تواس (زمین) پرکوئی جاندار باقی نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں ایک طے شدہ میعادتک مہلت دیتا ہے۔پس جب ان کی میعاد آپہنچےتو نہ وہ (اس سے) ایک لمحہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

وَلَوْ يُؤَاخِذُاللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ: کس قدر بدکاریاں ہوتی ہیں۔کس قدر بدمعاملگیاں ہوتی ہیں۔کس قدر شرک ہوتا ہے۔اگر ان سب کی سزا میں اللہ پکڑے تو سب ہی ہلاک ہوجاویں جب آدمی ہلاک ہوگئے تو حیوان وغیرہ خودبخود ہی ہلاک ہوگئے۔کیونکہ یہ تو انسان کی خاطر سے ہیں۔

لَايَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً: آئے ہوئے وقت کو پیچھے نہیں کرسکتے۔

لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ: اور نہ پہلے کرسکتے ہیں۔

ایک بزرگ کی بات سناتا ہوں۔ان سے کسی نے کہا۔مَیں نے دودھ میں پانی ملا کر بیچا ہے۔مجھے تو بڑا ہی نفع ہوا ہے۔کوئی نقصان نہیں پہنچا۔اس بزرگ نے کہا کہ جتنا پانی تم اب تک ملا چکے ہو۔اتنا ایک گڑھا کھودکراس میں پانی ڈالواوراس میں اُترو۔چنانچہ اس نے ایسا کیا تواس کے گلے تک آیا۔بزرگ نے فرمایا۔دیکھوابھی تمہارے ڈوبنے کا وقت نہیں آیا۔غرض بدکار کی بدکاری کی سزا کیلئے بھی ایک وقت ہوتا ہے۔

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحات 484-485)

۔۔۔احادیث مبارکہ۔۔۔

اَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْاَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَاادْرَکَ مُدَّاَحَدٍ وَّلَا نَصِیْفَہٗ۔

(ابن ماجہ باب فضل اھل بدر صفحہ 20)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہنا نہ ان کے کسی اقدام پر تنقید کرنا۔ خدا کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خیرات کرو تو بھی تمہیں اتنا ثواب واجر نہیں ملے گا جتنا انہیں ایک مُد یا اس کے نصف کے برابر خرچ کرنے پر ملا تھا۔

☆=……=……=……=……=……=……=……=

عَنْ مَوْلٰی لِعُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ یُقَالُ لَہٗ اَبُوْ کَثِیْرٍ قَالَ: لَقِیْتُ عُقْبَۃَ بْنَ عَامِرٍ فَاَخْبَرْتُہٗ اَنَّ لَنَا جِیْرَانًا یَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ قَالَ: دَعْھُمْ ثُمَّ جَاءَ ہٗ فَقَالَ: اَلَا اَدْعُوْا عَلَیْھِمُ الشُّرَطَ؟ فَقَالَ عُقْبَۃُ: وَیْحَکَ دَعْھُمْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ رَّاٰی عَوْرَۃً فَسَتَرَھَا کَانَ کَمَنْ اَحْیَامَوْءُوْدَۃً مِنْ قَبْرِھَا۔

(امسند احمد بن حنبل صفحہ 147/4مصری والادب المفرد صفحہ 113)

حضرت عقبہ بن عامرؓ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) جن کا نام ابوکثیر تھا بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے آقا عقبہ کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ ہمارے پڑوسی شراب پی رہے ہیں۔ عقبہ نے فرمایا جانے دو۔ پھر میں ان کے پاس دوبارہ گیا اور کہا۔ کیا میں پولیس کو نہ بلاؤں؟ عقبہ نے فرمایا: تیرا برا ہو! کہا جو ہے جانے دو۔ کیونکہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جس نے کسی کی کمزوری دیکھی اور پردہ پوشی سے کام لیا یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی زندہ درگور لڑکی کو نکالا اور اسے زندگی بخشی۔

☆=……=……=……=……=……=……=……=……=☆

۔۔۔۔ارشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔۔۔۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مذہبی پہلو کے رُو سے سولہ خصوصیتیں ہیں

(1) اوّل یہ کہ وہ بنی اسرائیل کیلئے ایک موعود نبی تھا جیسا کہ اس پر اسرائیلی نبیوں کے صحیفے گواہ ہیں۔

(2) دوسری یہ کہ مسیح ایسے وقت میں آیا تھا جبکہ یہودی اپنی سلطنت کھو چکے تھے یعنی اس ملک میں یہودیوں کی سلطنت نہیں رہی تھی۔۔۔

(3) وہ ایسے وقت میں آیا تھا کہ جبکہ یہودی بہت سے فرقوں میں منقسم ہو چکے تھے اور ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کا مخالف تھا اور ان سب میں باہم سخت عناد اور خصومتیں پیدا ہو گئی تھیں اور توریت کے اکثر احکام بباعث انکے کثرت اختلافات کے مشتبہ ہو گئے تھے۔صرف وحدانیتِ الٰہی میں وہ باہم اتفاق رکھتے تھے۔۔۔

(4) چہارم یہ کہ مسیح ابن مریم کیلئے جہاد کا حکم نہ تھا اور حضرت موسیٰؑ کا مذہب یونانیوں اور رومیوں کی نظر میں اس وجہ سے بہت بدنام ہو چکا تھا کہ وہ دین کی ترقی کیلئے تلوار سے کام لیتا رہا ہے گو کسی بہانہ سے۔۔۔

(5) پانچویں یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کے وقت میں یہودیوں کے علماء کا عموماً چال چلن بہت بگڑ چکا تھا۔۔۔

(6) چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ قیصر روم کی عملداری کے ماتحت مبعوث ہوئے تھے۔

(7) ساتویں خصوصیت یہ کہ رومی سلطنت کو مذہب عیسوی سے مخالفت تھی مگر اخیری نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب عیسائی قیصری قوم میں گھس گیا یہانتک کہ کچھ مدت کے بعد خود قیصر روم عیسائی ہو گیا۔

(8) آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ یسوع مسیح کے وقت میں جس کو اہلِ اسلام عیسیٰؑ کہتے ہیں ایک نیا ستارہ نکلا تھا

(9) نویں خصوصیت یہ ہے کہ جب اس کو صلیب پر چڑھایا گیا تو سورج کو گرہن لگا تھا

(10) دسویں خصوصیت یہ ہے کہ اس کو دکھ دینے کے بعد یہودیوں میں سخت طاعون پھیلی تھی

(11) گیارہویں خصوصیت یہ ہے کہ اس پر مذہبی تعصب سے مقدمہ بنایا گیا اور یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ وہ سلطنت روم کا مخالف اور بغاوت پر آمادہ ہے۔

(12) بارہویں خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ صلیب پر چڑھایا گیا تو اس کے ساتھ ایک چور بھی صلیب پر لٹکایا گیا

(13) تیرہویں خصوصیت یہ ہے کہ جب وہ پیلاطوس کے سامنے سزائے موت کیلئے پیش کیا گیا تو پیلاطوس نے کہا کہ میں اس کا کوئی گناہ نہیں پاتا۔

(14) چودھویں خصوصیت یہ کہ اگرچہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا مگر ان کے سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا جو موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا۔

(15) پندرہویں خصوصیت یہ کہ یسوع بن مریم کے وقت میں جو قیصر تھا اس کے عہد میں بہت سی نئی باتیں رعایا کے آرام اوران کے سفر وحضر کی سہولت کیلئے نکل آئی تھیں، سڑکیں بنائی گئیں تھیں اور سرائیں تیار کی تھیں اور عدالت کے نئے طریقے وضع کئے گئے تھے جو انگریزی عدالت سے مشابہ تھے۔

(16) سولہویں خصوصیت مسیح میں یہ تھی کہ بن باپ پیدا ہونے میں آدم سے مشابہ تھے۔

یہ سولہ خصوصیتیں ہیں جو موسوی سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں رکھی گئی تھیں۔ پھر جبکہ خدا تعالیٰ نے موسوی سلسلہ کو ہلاک کر کے محمدی سلسلہ قائم کیا جیسا کہ نبیوں کے صحیفوں میں وعدہ دیا گیا تھا تو اس حکیم وعلیم نے چاہا کہ اس سلسلہ کے اوّل اور آخر دونوں میں مشابہت تامہ پیدا کرے۔۔۔

یہ سولہ مشابہتیں ہیں جو مجھ میں اور مسیح میں ہیں

پس **اوّل** موعود ہونے کی خصوصیت ہے۔ اسلام میں اگر چہ ہزار ہا ولی اور اہل اللہ گزرے ہیں مگر ان میں کوئی موعود نہ تھا لیکن وہ جو مسیح کے نام پر آنے والا تھا وہ موعود تھا۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلے کوئی نبی موعود نہ تھا صرف مسیحؑ موعود تھا۔

دوم۔ خصوصیت سلطنت کے برباد ہو چکنے کی ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم سے کچھ دن پہلے اس ملک سے اسرائیلی سلطنت جاتی رہی تھی ایسا ہی اس آخری مسیح کی پیدائش سے پہلے اسلامی سلطنت باعث طرح طرح کی بدچلنیوں کے ملک ہندوستان سے اُٹھ گئی تھی اور انگریزی سلطنت اس کی جگہ قائم ہوگئی تھی۔

سوم۔ خصوصیت جو پہلے مسیح میں پائی گئی۔ وہ یہ ہے کہ اس کے وقت میں یہود لوگ بہت سے فرقوں پر منقسم ہو گئے تھے اور بالطبع ایک حَکَم کے محتاج تھے تا ان میں فیصلہ کرے ایسا ہی آخری مسیحؑ کے وقت میں مسلمانوں میں کثرت سے فرقے پھیل گئے تھے۔

چھارم خصوصیت جو پہلے مسیحؑ میں تھی وہ یہ ہے کہ وہ جہاد کیلئے مامور نہ تھا ایسا ہی آخری مسیح جہاد کیلئے مامور نہیں ہے۔۔۔

(5) **پنجم** خصوصیت جو پہلے مسیح میں تھی وہ یہ ہے کہ اس کے زمانہ میں یہودیوں کا چال چلن بگڑ گیا تھا بالخصوص اکثر ان کے جو علماء کہلاتے تھے وہ سخت مکار اور دنیا پرست اور دنیا کے لالچوں اور دنیوی عزتوں کی خواہشوں میں غرق ہو گئے تھے ایسا ہی آخری مسیح کے وقت میں عام لوگوں اور اکثر علماء اسلام کی حالت ہو رہی ہے۔

(6) **چھٹی** خصوصیت یعنے یہ کہ حضرت مسیح قیصر روم کے ماتحت مبعوث ہوئے تھے سو اس خصوصیت میں آخری مسیح کا بھی اشتراک ہے کیونکہ میں بھی قیصر کی عملداری کے ماتحت مبعوث ہوا ہوں۔ یہ قیصر اس قیصر سے بہتر ہے جو حضرت مسیح کے وقت میں تھا۔۔۔

(7) **ساتویں** خصوصیت یہ کہ مذہب عیسائی آخر قیصری قوم میں گھس گیا سو اس خصوصیت میں بھی آخری مسیح کا اشتراک ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ یورپ اور امریکہ میں میرے دعویٰ اور دلائل کو بڑی دلچسپی سے دیکھا جاتا ہے۔

(8) **آٹھویں** خصوصیت مسیح میں یہ تھی کہ اُس کے وقت میں ایک ستارہ نکلا تھا اس خصوصیت میں بھی میں آخری مسیح بننے میں شریک کیا گیا ہوں کیونکہ وہی ستارہ جو مسیح کے وقت میں نکلا تھا دوبارہ میرے وقت میں نکلا ہے۔ اس بات کی انگریزی اخباروں نے بھی تصدیق کی ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مسیح کے ظہور کا وقت نزدیک ہے۔

(9)**نویں** خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ جب اسکو صلیب پر چڑھایا گیا تو سورج کو گرہن لگا تھا سو اس واقعہ میں بھی خدا نے مجھے شریک کیا ہے کیونکہ جب میری تکذیب کی گئی تو اسکے بعد نہ صرف سورج بلکہ چاند کو بھی ایک مہینہ میں جو رمضان کا مہینہ تھا گرہن لگا تھا۔

(10)**دسویں** خصوصیت یہ ہے کہ یسوع مسیح کو دُکھ دینے کے بعد یہودیوں میں سخت طاعون پھیلی تھی سو میرے وقت میں بھی سخت طاعون پھیل گئی۔

(11)**گیارھویں** خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ یہودیوں کے علماء نے کوشش کی کہ وہ باغی قرار پاوے اور اس پر مقدمہ بنایا گیا۔ سو اس قسم کے مقدمہ میں بھی قضاوقدر الٰہی نے مجھے شریک کر دیا کہ ایک خون کا مقدمہ مجھ پر بنایا گیا اور اسی کے ضمن میں مجھے باغی بنانے کی کوشش کی گئی۔۔۔

(12)**بارھویں** خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ جب وہ صلیب پر چڑھایا گیا تو اُس کے ساتھ ایک چور بھی صلیب پر لٹکایا گیا۔ سو اس واقعہ میں بھی مَیں شریک کیا گیا ہوں کیونکہ جس دن مجھ کو خُون کے مقدمہ سے خدا تعالیٰ نے رہائی بخشی اور اس پیشگوئی کے موافق جو مَیں خدا سے وحی یقینی پا کر صدہا لوگوں میں شائع کر چکا تھا مجھ کو بری فرمایا۔ اس دن میرے ساتھ ایک عیسائی چور بھی عدالت میں پیش کیا گیا تھا یہ چور عیسائیوں کی مقدس جماعت مکتی فوج میں سے تھا۔ جس نے کچھ روپیہ چُرا لیا تھا۔ اس چور کو صرف تین مہینہ کی سزا ملی۔ پہلے مسیح کے رفیق چور کی طرح سزائے موت اس کو نہیں ہوئی۔

(13)**تیرھویں** خصوصیت مسیح میں یہ تھی کہ جب وہ پیلاطوس گورنر کے سامنے پیش کیا گیا اور سزائے موت کی درخواست کی گئی تو پیلاطوس نے کہا کہ مَیں اس کا کوئی گناہ نہیں پاتا جس سے یہ سزا دوں۔ ایسا ہی کپتان ڈگلس صاحب ضلع مجسٹریٹ نے میرے ایک سوال کے جواب میں مجھ کو کہا کہ مَیں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔

(14)**چودھویں** خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ وہ باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے نہ تھا۔ مگر باایں ہمہ موسوی سلسلہ کا آخری پیغمبر تھا۔ جو موسیٰؑ کے بعد چودھویں صدی میں پیدا ہوا۔ ایسا ہی مَیں بھی خاندان قریش میں سے نہیں ہوں۔ اور چودھویں صدی میں مبعوث ہوا ہوں۔ اور سب سے آخر ہوں۔

(15)**پندرھویں** خصوصیت حضرت مسیح میں یہ تھی کہ اُن کے عہد میں دنیا کی وضع جدید ہوگئی تھی۔ سڑکیں ایجاد ہوگئی تھیں۔ ڈاک کا عمدہ انتظام ہو گیا تھا۔ فوجی انتظام میں بہت صلاحیت پیدا ہوگئی تھی اور مسافروں کے آرام کیلئے بہت کچھ باتیں ایجاد ہوگئی تھیں اور پہلے کی نسبت قانون معدلت نہایت صاف ہو گیا تھا۔ ایسا ہی میرے وقت میں دنیا کے آرام کے اسباب بہت ترقی کر گئے ہیں۔ یہانتک کہ ریل کی سواری پیدا ہوگئی۔ جس کی خبر قرآن شریف میں پائی جاتی ہے۔ باقی امور کو پڑھنے والا خود سمجھ لے۔

سولھویں خصوصیت حضرت مسیح میں یہ تھی کہ بن باپ ہونے کی وجہ سے حضرت آدم سے وہ مشابہ تھے۔ ایسا ہی مَیں بھی توام پیدا ہونے کی وجہ سے حضرت آدم سے مشابہ ہوں اور اس قول کے مطابق جو حضرت محی الدین ابن عربی لکھتے ہیں کہ خاتم الخلفاء صینی الاصل ہوگا یعنی مغلوں میں سے اور وہ جوڑہ یعنی توام پیدا ہوگا۔ پہلے لڑکی نکلے گی بعد اس کے وہ پیدا ہوگا۔ ایک ہی وقت میں اسی طرح میری پیدائش ہوئی کہ جمعہ کی صبح کو بطور توام مَیں پیدا ہوا۔ اوّل لڑکی اور بعدہٗ مَیں پیدا ہوا۔ نہ معلوم کہ یہ پیشگوئی کہاں سے ابن عربی صاحب نے لی تھی جو پوری ہوگئی۔ ان کی کتابوں میں اب تک یہ پیش گوئی موجود ہے۔ یہ سولہ مشابہتیں ہیں جو مجھ میں اور مسیح میں ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا۔ تو مجھ میں اور مسیح ابن مریم میں اس قدر مشابہت ہرگز نہ ہوتی۔

(روحانی خزائن جلد 20، تذکرۃ الشہادتین صفحات 25-35)

۔۔۔۔کلام امام الزمان۔۔۔۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مُناجات اور تبلیغِ حق

موتِ عیسےٰؑ کی شہادت دی خُدا نے صاف صاف
پھر احادیثِ مخالف رکھتی ہیں کیا اِعتبار

گر گماں صحت کا ہو پھر قابلِ تاویل ہیں
کیا حدیثوں کیلئے فُرقاں پہ کر سکتے ہو وار

وُہ خُدا جس نے نشانوں سے مجھے تمغہ دیا
اب بھی وُہ تائیدِ فرقاں کر رہا ہے بار بار

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عُمرِ دُنیا سے بھی اب ہے آگیا ہفتم ہزار

اسکے آتے آتے دیں کا ہو گیا قِصّہ تمام
کیا وہ تب آئے گا جب دیکھے گا اس دیں کا مزار

کشتیٔ اسلام بےلطفِ خدا اَب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار

مجھ کو دے اک فوقِ عادت اے خُدا جوش و تپش
جس سے ہو جاؤں مَیں غم میں دِیں کے اِک دیوانہ وار

وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملّت کیلئے
شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسماں تک بے شمار

اے خُدا تیرے لئے ہر ذرّہ ہو میرا فدا
مجھ کو دکھلا دے بہارِ دیں کہ مَیں ہوں اشکبار

خاکساری کو ہماری دیکھ اَے دانائے راز
کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے اب بے قرار

خطبہ جمعہ

جمعہ کی نماز کے لئے جب بھی بلایا جائے تو اپنے تمام کام اور کاروبار فوراً بند کرکے جمعہ کے لئے مسجد کی طرف چل پڑنا چاہئے

جمعہ کے دن ہمیں درود شریف پڑھنے کا بھی خاص طور پر اہتمام کرنا چاہئے

رمضان کا آخری جمعہ یا رمضان کے جو باقی جمعے ہیں صرف وہی مسجد کی حاضری بڑھانے والے اور دکھانے والے نہ ہوں بلکہ سارا سال ہی ہمیں یہ نظر آئے کہ ہماری مسجدیں اپنی گنجائش سے تھوڑی پڑ گئی ہیں۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 18 ستمبر 2009ء۔ مسجد بیت الفتوح ، لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوْا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ○

(سورۃ الجمعۃ:10-12)

ان آیات کا ترجمہ ہے کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب جمعہ کے دن ایک حصہ میں نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی کرتے ہوئے بڑھا کرو اور تجارت چھوڑ دیا کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ پس جب نماز ادا کی جا چکی ہو تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کے فضل میں سے کچھ تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور جب وہ کوئی تجارت یا دل بہلاوا دیکھیں گے تو اس کی طرف دوڑ پڑیں گے اور تجھے اکیلا کھڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔ تُو کہہ دے کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ دل بہلاوے اور تجارت سے بہت بہتر ہے اور اللہ رزق عطا کرنے والوں میں سے بہت بہتر ہے۔

سب سے پہلے تو میں اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی حمد بھی کرتا ہوں کہ اس رمضان میں تقریباً ہر جمعہ پر ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں مسجد بیت الفتوح میں جمعہ پڑھنے کے لئے آنے والوں کی اتنی کثرت رہی کہ مسجد کی گنجائش کم ہوتی رہی۔ دروازے کھول کر سامنے کی گیلریوں میں بھی

نمازیوں کے لئے جگہ بنانی پڑی۔ بلکہ اوورفلو (Overflow) اس سے بھی باہر نکل گیا۔ ایسا رش عموماً خاص موقعوں پر یا عام طور پر رمضان کے آخری جمعہ میں جسے جمعۃ الوداع کہتے ہیں، اس پر ہوتا تھا۔ پس ہمیشہ ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ جمعہ کا خاص اہتمام کر کے جمعہ پر آنا ہی حقیقی جمعۃ الوداع ہے۔ جمعہ پر ہم اپنے تمام کاروبار اور مصروفیات چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آئیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی برکات جو جمعہ کے ساتھ وابستہ ہیں انہیں سمیٹیں۔ اور یہ برکات سمیٹتے ہوئے جب ہم جمعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی دنیاوی مصروفیات میں مشغول ہونے جا رہے ہیں تو اس دعا اور ارادے کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو نہیں بھولیں گے اور عبادات کے باقی لوازم بھی حسب شرائط پوری طرح ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور آج کا جمعہ پڑھ کر مسجد سے نکلنا آئندہ ہفتے میں آنے والے جمعہ کے استقبال کی تڑپ پیدا کرنے والا ہونا چاہئے اور ہوگا۔ نہ کہ ہمیں کسی ایسے جمعۃ الوداع کی ضرورت ہے جو رمضان کا آخری جمعہ ہو، جو سال میں ایک دفعہ آتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا حقیقی خوف نہ رکھنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ سال کے اکاون باون جمعے اور بھی ہیں جن کا استقبال اتنا ہی ضروری ہے جتنا رمضان کے آخری جمعے کا۔ پس آج کا جمعہ جو اس رمضان کا آخری جمعہ ہے یہ ہمیں اس طرف تو بیشک توجہ دلانے والا ہو اور خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جن سے سارا سال جمعہ کی ادائیگی میں سستی ہوتی رہی کہ آج اس جمعہ میں ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ آئندہ اس جمعہ کو جو رمضان کا آخری جمعہ ہے الوداع کر کے ہم اگلے سال رمضان میں آنے والے جمعہ کا استقبال نہیں کریں گے بلکہ آئندہ ہفتے میں آنے والے جمعہ کا استقبال کریں گے۔ لیکن یہ کبھی نہ ہو کہ اس جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم اپنی برائیوں، کمزوریوں، خامیوں، سستیوں کو یکسر بھول جائیں بلکہ ہمیشہ ان کو یاد رکھتے ہوئے اپنی اصلاح کی طرف قدم بڑھانے والے ہوں۔ مَیں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس رمضان میں جمعہ پر جو حاضری یہاں مسجد بیت الفتوح میں ہمیں نظر آتی رہی ہے وہ دنیا میں ہر جگہ ہماری مساجد میں نظر آئی ہوگی۔

میری یہ بھی دعا ہے کہ خدا کرے کہ مسجد میں جمعہ کے لئے آنے کا یہ خوش کن رجحان ہمیشہ کے لئے قائم رہے اور ہر احمدی کو اس بات کے لئے دعا بھی کرنی چاہئے۔ اس زمانے میں ہر احمدی کی یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کیونکہ یہی ان آیات سے ثابت ہے جو مَیں نے تلاوت کی ہیں۔ یہ سورۃ جمعہ کے آخری رکوع کی آیات ہیں اور ان کو شروع ہی اس طرح کیا گیا ہے کہ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، جب جمعہ کے لئے بلایا جائے تو پھر تمہارا ایک ہی مقصود و مطلوب ہونا چاہئے کہ جمعہ کی نماز پڑھنی ہے اور باقی تمام کاموں کی حیثیت اب ثانوی ہوگئی ہے۔

اگر اس آیت سے پہلے کی آیات کو دیکھیں تو ان میں یہودیوں کا ذکر ہے جن پہ تورات اتاری گئی تھی۔ مگر انہوں نے اس کی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ نیز باوجود واضح پیشگوئیوں کے آنحضرت ﷺ کا بھی انکار کیا۔ اور یہ انکار تو ہونا ہی تھا کیونکہ جیسا کہ مَیں نے کہا اس کی تعلیم جو تھی وہ اس کو بھول گئے تھے اور اس پر عمل ختم کر دیا تھا۔ اس کی کئی تاویلیں پیش کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں بھی فرمایا ہے کہ اس وجہ سے کہ انہوں نے عمل چھوڑ دیا ان کا تو ایسا حال ہے جیسے گدھے پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہو۔ بہرحال عبادت کے خاص دن کے حوالے سے جو انہیں حکم تھا، جو ان کے لئے مقرر کیا گیا تھا،، جو ہر سات دن بعد آتا تھا اس کو بھی انہوں نے بھلا دیا۔ اور سبت کا دن جو ان کے لئے ایک خاص دن تھا اس میں بھی کئی قسم کی ایسی حرکات کیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند تھیں۔ سَبْت ہفتے کے دن کو بھی کہتے ہیں۔ اور بھی اس کے کئی مطلب ہیں۔ عبادت کا خاص دن بھی ہے۔ بہرحال سبت جو ہفتے کا دن ہے یہودیوں کے لئے ایک بہت متبرک اور خاص عبادت کا دن ہے۔ اس میں ان پر بعض پابندیاں بھی لگائی گئی تھیں۔ جن کو جیسا کہ مَیں نے کہا انہوں نے اپنی چالاکیوں سے توڑا۔ اس بارہ میں قرآن کریم میں یوں ذکر آتا ہے کہ

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْکُمْ فِی السَّبْتِ

(البقرۃ:66)

اور تم ان لوگوں کو جنہوں نے سبت کے بارے میں زیادتی کی تھی جان چکے ہو۔

اور پھر اس زیادتی کی وجہ سے ان لوگوں کو سزا بھی دی گئی تو ان بھٹکے ہوئے یہودیوں کا اس سورۃ میں ذکر کر کے پھر یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تم نے جمعہ کا حق ادا کرنا ہے۔ یہ اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ اگر تم اپنے اس مقدس دن کا حق ادا نہیں کرو گے تو تم بھی اس سزا کے سزاوار ٹھہر سکتے ہو۔ ہر قوم کی طرح مسلمانوں کا بھی سَبْت کا دن ہے اور ہمارا سَبْت یہ جمعہ ہے۔ پس ہر مسلمان کو اس دن کی خاص حفاظت اور اس کا حق

ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور دعا بھی کرنی چاہئے۔اور اس کا حق اس طرح ادا ہوسکتا ہے کہ جب بھی جمعہ کی نماز کے لئے بلایا جائے تو مومنوں کو اپنے تمام کام اور کاروبار بند کر کے فوراً مسجد کی طرف چل پڑنا چاہئے۔امام کا خطبہ سننے کے لئے فوراً مسجد کی طرف دوڑنا چاہئے۔اگر کوئی بہانہ جو یہ کہے کہ ہمیں ان ملکوں میں یا آج کل دنیا میں اذان کی آواز تو سنائی نہیں دیتی تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دوسرے انتظام کر دیئے ہیں۔گھڑیوں کا انتظام کر دیا ہے۔اب تو فونوں میں بھی گھنٹی کی بجائے مختلف آوازیں لوگ ریکارڈ کرتے ہیں جو بجتی ہیں، سنائی جاتی ہیں۔مجھے اس کا تجربہ تو نہیں کہ خاص وقت پہ الارم کے لئے بھی اذان کی یہ آواز سنائی دی جاسکتی ہے کہ نہیں۔اگر یہ ہوسکتا ہے تو پھر اس پر اذان کی آواز ریکارڈ کرنی چاہئے۔اس کا دوہرا فائدہ ہوگا بلکہ کئی فائدے ہو سکتے ہیں۔جمعہ کے وقت کے لئے جہاں اذان کی آواز خود اپنے آپ کو جمعہ کی طرف توجہ دلائے گی وہاں اردگرد کے لوگ بھی توجہ کریں گے اور اذان کی یہ آواز سننے والوں کی توجہ کھینچنے کا باعث بنے گی اور یہ تبلیغ کے راستے کھولنے کا ذریعہ بھی بن جائے گی۔لیکن بہر حال جو صورت بھی ہو سادہ الارم کی آواز بھی یاد دہانی تو کرواسکتی ہے۔پس جمعہ کی اہمیت کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ضمن میں جو وضاحت کی ہے وہ یقیناً اس زمانے کے لئے سو فیصد حقیقی اور صحیح وضاحت ہے کہ اس زمانے میں یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد وہی قوم ہوسکتی ہے اور ہے جو مسیح موعود کو ماننے والی ہے۔

(حقائق الفرقان جلد چهارم صفحه 123-122)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے مراد عام مسلمان بھی ہیں لیکن اس صورت میں مسیح موعود کے زمانہ کے ساتھ جمعہ کی نماز کی اہمیت کو ملانا خاص طور پر مسیح موعود کو ماننے والوں کے لئے بہت اہم ہے۔دوسرے غیر احمدی مسلمان تو باوجود مسلمان کہلوانے کے اور مومن کہلوانے کے ایمان لانے والے کہلوانے کے، مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کی وجہ سے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

(البقرة :86)

کہ کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر تو ایمان لاتے ہو اور ایک حصہ کا انکار کرتے ہو کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔پس حقیقی مومن وہی ہیں جو قرآن شریف کی ابتدا سے آخر تک ہر حکم پر ایمان لاتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تمام انبیاء پر ایمان لانے والے ہیں۔پس یہ ہماری بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس دن کا خاص اہتمام کریں اور تجارتوں کو چھوڑ دیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کو تجارتوں سے بھی خاص نسبت ہے۔ہر قسم کے کاروباروں میں بڑی وسعت پیدا ہو چکی ہے۔سٹاک مارکیٹوں سے دنیا کی تجارتوں کے اتار چڑھاؤ کا پتہ چلتا ہے۔جو اس کاروبار میں ملوث ہیں یا یہ کرتے ہیں، اتنے مصروف ہوتے ہیں اور مختلف کمپنیوں کے شیئرز (Shares) کے اتار چڑھاؤ دیکھ کر سودے کر رہے ہوتے ہیں کہ ان کا اس بولی کے دوران یا ریٹ اوپر نیچے ہونے کے دوران ایک لمحے کے لئے بھی آنکھ جھپکنا یا سوچ ادھر ادھر پھیرنا ان کو لاکھوں کروڑوں اربوں کا گھاٹا دلوا دیتا ہے۔اسی طرح منڈیوں کے چھوٹے کاروبار ہیں اور اس کاروبار میں منسلک تمام لوگ چاہے وہ تنخواہ دار ملازم ہی ہوں اس تجارت اور بیع کے دوران جو پہلے کبھی کسی زمانے میں اس شدت سے نہیں تھی اور اتنی آرگنائزڈ نہیں تھی جتنی مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگئی ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ الیکٹرانک ذرائع اس میں استعمال ہونے کی وجہ سے تجارت کے لئے وقت کی اہمیت بھی ہر دن بہت بڑھتی چلی جارہی ہے۔تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جتنی بھی چاہے بڑی تجارت ہو، چاہے جتنی تمہارے پاس وقت کی کمی ہو نماز جمعہ کے مقابلہ میں اس کی کچھ بھی حیثیت نہیں اور تمہارا وقت نکال کر اپنے تمام ممکنہ نقصانات کو پس پشت ڈال کر جمعہ کا اہتمام کرنا بہر حال ضروری ہے اور چھوٹے موٹے کاروباری لوگوں کے لئے تو پھر کوئی بہانہ رہ ہی نہیں جاتا۔پس ہم احمدی ہی آج وہ مومن ہیں اور ہونے چاہئیں جن کو اپنے جمعوں کی حفاظت کرنی چاہئے۔تبھی ہم اس زمانے کے راہنما کی راہنمائی سے حقیقی فیض حاصل کر سکتے ہیں اور تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتے ہوئے اس کی رضا کے حاصل کرنے والے ٹھہر سکتے ہیں۔

جمعہ کی اہمیت کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے کس طرح ہمیں توجہ دلائی اور یہودیوں اور عیسائیوں سے کس طرح ہمیں ممتاز فرمایا ہے اس کا ایک روایت میں ذکر آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو یہ

فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن آخَرِینْ ہونے کے باوجود اور باوجود اس کے کہ انہیں کتاب پہلے دی گئی ہم سابقین ہوں گے۔ یہ ان کا وہ دن ہے جو ان پر فرض کیا گیا تھا مگر انہوں نے اختلاف کیا مگر خدا تعالیٰ نے ہماری اس کی طرف درست راہنمائی کر دی۔ اب لوگ ہمارے پیچھے ہی چلیں گے۔ یہود ایک دن بعد اور نصاریٰ پرسوں۔

(بخاری کتاب الجمعه باب فرض الجمعة حدیث نمبر 876)

یہ بخاری کی حدیث ہے۔ کتاب الجمعہ اور فرض الجمعہ کے باب میں ہے۔

یہ حدیث ایسی ہے کہ اس کی وضاحت ضروری ہے۔ اس ضمن میں مَیں مختصر یہ بتا دوں کہ جماعت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب کے سپرد یہ کام ہوا تھا کہ بخاری کی حدیثیں جمع کریں اور پھر اس کی تھوڑی سی شرح بھی لکھیں۔ اُس زمانہ میں کتاب کی کچھ جلدیں شائع ہوئی تھیں اور پھر بڑا لمبا عرصہ اس کی اشاعت نہیں ہو سکی۔ اب کچھ سال ہوئے مَیں نے ایک نور فاؤنڈیشن قائم کی ہے۔ اس کے تحت جماعت میں بھی احادیث کی کتب کی اشاعت ہو رہی ہے اور مسلم کی کئی جلدیں اور بخاری کی کئی جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ بہر حال شاہ صاحب نے اس کی جو شرح لکھی ہے وہ ایسی ہے کہ اس سے اس حدیث کی وضاحت ہوتی ہے۔

وہ تو خیر لمبی شرح ہے۔ شاہ صاحب نے اس میں جمعہ کی نماز کی فرضیت اور اہمیت کے بارہ میں بعض فقہاء جو جمعہ کی نماز کو فرض کفایہ سمجھتے تھے، کا علمی اور زبان کے قواعد کے رو سے جواب دینے کے بعد، (فرض کفایہ وہ ہے جس میں چند لوگ اگر شامل ہو جائیں، پڑھ لیں تو کافی ہوتا ہے۔ ضروری نہیں کہ سب شامل ہوں) اس کو غلط ثابت کیا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ یہ فرض کفایہ نہیں ہے بلکہ اسی طرح فرض ہے جس طرح نمازیں فرض ہیں۔ پھر سَبْــت کے لفظ کی لغوی بحث کی ہے اور یہودیوں کی تاریخ اور تعامل سے یہ بیان کیا ہے جیسا کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جمعہ کا دن ہی یہودیوں کا بھی سَبْــت کا دن تھا یا اس کا کچھ حصہ اس میں شامل تھا جو بعد میں ہفتہ میں بدل گیا۔ تو شاہ صاحب کی جو شرح ہے اس کا کچھ حصہ اس تعلق میں پیش کرتا ہوں۔ ایک تو سَبْــت کے لغوی معنی ہیں۔ لسان العرب کے تحت اس کے معنی ہیں کہ کام کاج چھوڑ کر آرام کرنا اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ مشاغل سے کلیتاً منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جانا۔ ایک روز عبادت میں سارا دن مشغول رہنے کا حکم بنی اسرائیل میں مخصوص تھا جس کا ذکر خروج باب 31 آیت 14 تا 16 میں ہے اور خروج میں ہی دوسری جگہ بھی ہے۔ اور احبار میں بھی ہے۔ بہر حال اس حکم کی آخر انہوں نے خلاف ورزی کی۔ جس کی وجہ سے ان کو سزا ملی۔ تو ''جمعہ کے روز'' (مَیں یہ شاہ صاحب کی اس حصہ کی وضاحت پڑھ رہا ہوں) ''مسلمانوں کے لئے ایسی کوئی پابندی نہیں جیسی بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس خصوصیت کا ذکر بایں الفاظ فرماتا ہے کہ

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

(النحل:125)

سبت یعنی مشاغل دنیا سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنے کا حکم انہی لوگوں کے لئے مخصوص تھا جنہوں نے اس کی خلاف ورزی کی۔ اس آیت کے یہ معنی نہیں کہ ساتواں دن ان کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اگر عیسائی زمانہ کی رَو میں بہ کر بجائے ہفتہ، اتوار کو عبادت کا دن منا سکتے ہیں تو یہودیوں کا ایسا کرنا بعید از قیاس نہیں (کہ جمعہ سے ہفتہ کر لیا ہو) جیسا کہ تاریخی واقعات اور قرائن اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہود نے بھی اپنی جلاوطنی کے ایام میں بابلیوں اور فارسیوں کے درمیان مدت تک بود و باش رکھنے کی وجہ سے ان کے مشرکانہ عقائد و رسوم کو اپنا لیا تھا اور ان مشرک اقوام کے زیر اثر انہوں نے اپنے مذہب کے اصول میں بھی تغیر و تبدل کیا۔ جمعہ کے دن کو بھی قدیم یہودیوں کے نزدیک ایک تقدس حاصل تھا۔ چنانچہ روحانی احکام اور فیصلہ جات جو مؤرخ یوسیفس نے اپنی مشہور تاریخ میں نقل کئے ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ اور ہفتہ دونوں دنوں میں اس بات کی قانوناً ممانعت تھی کہ کوئی یہودی کسی مقدمے میں مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونے کے لئے بلایا جائے۔ جمعہ کا نام ہی عبرانی میں عُـرَیْـبِ هَـشَّـابَاتْ رکھا گیا تھا اور سبت کی تیاری چھٹے دن یعنی جمعہ کے روز آٹھویں گھڑی میں تقریباً اڑھائی بجے شروع ہوتی جبکہ قربانی کی جاتی اور نویں گھڑی تقریباً ساڑھے تین بجے ختم ہوتی جبکہ سوختنی قربانی چڑھائی جاتی تھی اور اس کے بعد یہودی کام کاج سے فارغ ہو کر نہا دھو کر صاف کپڑے پہن کر شاہ سبت یعنی ہفتہ کا استقبال کرتے۔ تو اس تسمیہ سے ظاہر ہے کہ جمعہ بھی ان کے

نزدیک ایک گوناں سبت کا حکم رکھتا تھا۔ اس لئے اسلامی مؤرخین کی یہ روایتیں اپنے اندر صداقت رکھتی ہیں کہ جمعہ کے دن کا نام عروبہ جو قدیم عربوں میں مشہور تھا وہ دراصل اہل کتاب سے لیا گیا تھا‘‘۔

بہرحال آگے پھر لکھتے ہیں۔ ’’غرض عروبہ کے نام کا ماخذ یہودیوں کے درمیان اب تک پایا جاتا ہے اور سبت کی عبادت بھی جمعہ کے دن ہی شروع ہوتی ہے اور یہ دونوں شہادتیں اصل حقیقت کی غماز ہیں‘‘۔ پھر آخر میں نتیجہ نکالتے ہیں کہ ’’یہ امر بھی یقینی ہے کہ یہود نے احکام سبت کے بارہ میں شدید سے شدید خلاف ورزیاں کیں بلکہ ان کے بعض انبیاء نے تو ان کی ذلت وادبار کا سارا موجب سبت کی بے حرمتی قرار دیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہ پیشگوئی کی تھی کہ سبت کی بے حرمتی بنی اسرائیل کی تباہی کا موجب ہوگی‘‘۔ (یہ بائیبل میں لکھا ہوا ہے۔)

(صحیح بخاری جلد دوم شرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ صفحہ 275-274)

یہ سب شواہد و قرائن آنحضرت ﷺ کے مذکورہ بالا ارشاد کی تصدیق کرتے ہیں۔

یہ جو حدیث ہے نا کہ ان کے لئے مقرر کیا گیا تھا لیکن انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف راہنمائی کی اور آج تک پندرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان جیسا بھی ہو جمعہ کا کہیں نہ کہیں اہتمام ضرور کرتا ہے۔ چاہے تھوڑے ہوں، سارا شہر نہ بھی جمع ہو لیکن جمعہ پر ضرور آتے ہیں اور جب تک جمع ہوتے رہیں گے برکات ملتی رہیں گی اور اس زمانے میں جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مسیح موعود کے زمانے کے ساتھ اس کی ایک خاص اہمیت ہے اس لئے احمدیوں کو خاص طور پر اس کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔

پس جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ہماری درست راہنمائی فرمائی ہے۔ ہمارا یہ پہلا فرض بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بجا آوری کے لئے خاص اہتمام کرتے رہیں۔ اس حکم کی خلاف ورزی کر کے اللہ تعالیٰ کے کسی انذار کا مورد نہ بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی پرانی تاریخیں بتائی ہیں۔ یہودیوں کی بتائی ہیں۔ بنی اسرائیل کی بتائیں۔ اسی لئے کہ ہم بھی ہوشیار رہیں۔ یہود نے جمعہ کے دن کو اگر ان کی خاص عبادت کی ابتداء اس دن سے ہوتی تھی جیسا کہ شاہ صاحب نے ثابت کیا ہے اور تاریخ سے ثابت ہوتا ہے تب بھی اس دن کو چھوڑنا تھا۔ انہوں نے اس دن کو اس لئے چھوڑنا تھا کیونکہ یہ الٰہی تقدیر تھی۔ اس بابرکت دن نے آنحضرت ﷺ اور آپ کی اُمّت کے لئے مخصوص رہنا تھا۔

اس دن کی اہمیت احادیث سے بھی ثابت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس دن کی اہمیت کے بارہ میں ہمیں بہت کھول کر بتایا ہے کہ کیوں یہ دن ہمارے لئے اہم ہے۔ اس لئے کہ یہ حضرت آدم کی پیدائش اور وفات کا دن ہے اور حضرت آدم علیہ السلام ہماری روحانی زندگی کی ابتداء میں ایک مقام رکھتے ہیں۔ جس کے بارہ میں قرآن کریم میں بھی خدا تعالیٰ نے بڑا واضح فرمایا ہوا ہے اور پھر مسیح موعود کے زمانے میں مسیح موعود کو بھی خدا تعالیٰ نے آدم کا نام دیا ہے۔ اس زمانہ میں احیائے دین آپ علیہ السلام سے وابستہ ہے۔ پس احمدیوں کے لئے جمعوں کا اہتمام ایک انتہائی ضروری چیز ہے۔ تبھی ہماری سمتیں بھی درست رہیں گی۔ تبھی ہم ہمیشہ ان برکات سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے ساتھ وابستہ ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے جمعہ کے دن کی اہمیت کے بارے میں جو فرمایا، ان میں سے بعض احادیث آپ کے سامنے رکھوں گا۔ حضرت اوسؓ بن اوس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سے بہترین دن جمعہ کا ہے۔ اس میں حضرت آدم پیدا کئے گئے اور اسی دن فوت ہوئے۔ اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن بیہوشی طاری ہوگی۔ پس اس دن مجھ پر بکثرت درود بھیجو کیونکہ اس دن تمہارا یہ درود میرے سامنے پیش کیا جائے گا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب فضل یوم الجمعۃ و لیلۃ الجمعۃ حدیث نمبر 1047)

پھر ایک دوسری حدیث ہے ابن ماجہ کی۔ اس میں حضرت ابولبابہؓ بن منذر سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عظیم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس دن کی پانچ خصوصیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن آدم کو پیدا کیا۔ دوسرے اللہ نے اس دن حضرت آدم کو زمین پر اتارا۔ تیسری اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو وفات دی۔ چوتھی اس دن میں

ایک گھڑی ایسی بھی آتی ہے کہ اس میں بندہ حرام چیز کے علاوہ جو بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے تو وہ اسے عطا کرتا ہے۔ اور پانچویں یہ ہے کہ اسی دن قیامت برپا ہوگی۔ مقرب فرشتے آسمان، زمین اور ہوائیں اور پہاڑ اور سمندر اس دن سے خوف کھاتے ہیں۔

(ابن ماجہ۔ کتاب ا قامۃ الصلوٰۃ وسنتہ فیھا۔ باب فی فضل ا لجمعۃ حدیث نمبر 1084)

ان اَحادیث سے مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس دن کی کیا اہمیت ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ ویسے تو عام طور پر بھی درود بھیجنا چاہئے لیکن فرمایا ہر جمعہ کو کثرت سے بھیجو۔ اس لئے ہر جمعہ کو یہ اہتمام خاص طور پر کرنا چاہئے کیونکہ دعاؤں کی قبولیت کا آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے سے بڑا تعلق ہے۔ قرآن کریم میں بھی خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

(الاحزاب:57)

کہ اللہ اپنے بندے پر رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے بھی اور اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس نبی پر درود اور سلام بھیجتے رہو۔

پس جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے جو قبولیت دعا کی گھڑی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ حدیث نمبر 935)

تو دعا کی جو گھڑی ہے اس میں جو دعا خدا تعالیٰ نے سکھائی ہے یعنی درود بھیجنے کی وہ اگر ہم کریں گے تو ہماری جو باقی وقتوں میں کی گئی دعائیں ہیں اس درود کی برکت سے قبولیت کا درجہ پائیں گی۔ پس جمعہ کے دن ہمیں درود شریف پڑھنے کا بھی خاص طور پر اہتمام کرنا چاہئے۔ مسلمانوں پر یہ بھی خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ پورے دن کی پابندی نہیں لگائی گئی کہ کچھ نہیں کرنا بلکہ جمعہ کی نماز کے بعد دنیاوی کاموں میں مصروف ہونے کی اجازت دی ہے۔ لیکن یہ اجازت ایک شرط کے ساتھ ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو نہیں بھولنا۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا ہے یا ترتیب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا ہے اور اس کا ذکر کرنا ہے۔ تو جو شخص اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے دنیاوی کام کرے گا کہ مَیں یہ کام اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے تحت کر رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا فضل تلاش کرو تو فوراً یہ خیال بھی دل میں آئے گا کہ میرا کوئی کام ایسا نہ ہو جو صرف دنیاوی لالچ کے زیر اثر ہو۔ میرا کاروبار، میری ملازمت، میری تجارت ان اصولوں پر چلتے ہوئے ہو جو تقویٰ کی طرف لے جانے والے ہیں۔ میں کہیں یہ نہ سمجھوں کہ کیونکہ یہ دنیاوی کاروبار ہے اس لئے اس میں یہ دھوکہ جائز ہے۔ نہیں بلکہ جب خدا تعالیٰ کا فضل مانگنا ہے تو پھر ہمارا ہر معاملہ صاف اور شفاف ہونا چاہئے۔ دوسرے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بکثرت یاد کرو۔ اس سے ایک تو ہمیشہ یہ خیال رہے گا کہ مَیں نے اپنی عبادتوں کی حفاظت کرنی ہے۔ دوسرے یہ کہ میرے کام اگر اچھے ہو رہے ہیں، ان میں کامیابی حاصل ہو رہی ہے تو اس لئے کہ میرا پورا توکل خدا تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ اور پھر آخری آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ رزق دینے والی اصل ذات جو ہے خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ کاروباروں میں برکت پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پڑتی ہے۔ تمہاری کوئی پہچان ہے تو خدا تعالیٰ کے فضل کی وجہ سے ہے۔ اس لئے جب آخری زمانے میں مسیح موعود کو مان لو تو پھر دنیاوی لالچیں اور دنیاوی کھیل تماشے تمہارے سے بہت دور چلے جانے چاہئیں۔ اگر یہ اپنے سے دور نہ پھینکیں تو تمہاری حالت ایسی ہوگی جیسے تم نے مسیح موعود سے یہ عہد بیعت کر کے کہ ہم اپنی جان مال وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے، پھر مسیح موعود کو اکیلا چھوڑ دیا اور مسیح موعود نے جس کام کے لئے تمہیں جمع کیا تھا، ایک جماعت بنائی تھی، جماعت میں شامل ہونے کے لئے کہا تھا، اسے بھول گئے۔ خدا تعالیٰ سے کام کیا تھا یہی کہ خدا تعالیٰ سے ایک خاص تعلق جوڑنا، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر سے اپنی زندگیوں کو سجانا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس بات کو آزمانے کے لئے کہ تمہارا کس حد تک آخرین میں بھیجے ہوئے آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کے ساتھ تعلق ہے اور کس حد تک تم اس بات میں سچے ہو کہ ہم مسیح موعود سے کئے گئے عہد بیعت کو نبھانے والے ہیں، جمعہ پر حاضر ہونا تمہارا معیار مقرر کیا ہے۔ پس ہر احمدی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جمعہ کے لئے مسجد آنا یا اگر مسجد نہیں ہے تو چند احمدیوں کا اکٹھے ہو کر، جمع ہو کر جمعہ پڑھنا انتہائی اہم ہے۔

پس صرف رمضان کا آخری جمعہ یا رمضان کے جو باقی جمعے ہیں صرف وہی مسجد کی حاضری بڑھانے والے اور دکھانے والے نہ ہوں بلکہ سارا سال ہی ہمیں یہ نظر آئے کہ ہماری مسجدیں اپنی گنجائش سے تھوڑی پڑ گئی ہیں۔اب یہ نمازیوں سے چھلکنی شروع ہوگئی ہیں۔جمعوں کی اہمیت کے بارے میں اب میں بعض مزید احادیث بھی پیش کرتا ہوں جن سے جمعہ کے مختلف مسائل کا بھی پتہ لگتا ہے اور اہمیت کا بھی پتہ لگتا ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا فرض کیا گیا ہے، سوائے مریض، مسافر اور عورت اور بچے اور غلام کے۔جس شخص نے لہو و لعب اور تجارت کی وجہ سے جمعہ سے لاپرواہی برتی۔اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پرواہی کا سلوک کرے گا۔یقیناً اللہ تعالیٰ بے نیاز اور حمد والا ہے۔

(سنن دارقطنی۔کتاب الجمعة۔باب من تجب علیه الجمعة حدیث نمبر 1560 دار الکتب العلمیة بیروت 2003ء)

پھر ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن نیکیوں کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔

(مجمع الزوائد۔ ومنبع الفوائد۔ جلد دوم۔ کتاب الصلاة باب فی الجمعة و فضلها حدیث نمبر 2999)

پس ہر قسم کی نیکیاں جو جمعہ کی نماز کے علاوہ جمعہ کے دن کی جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کا اجر بھی کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری سے بڑھ کر تو کوئی نیکی نہیں ہے اور حکم بھی وہ جو انتہائی فرائض میں داخل ہے۔پس جمعہ کی نماز کے لئے آنا نیکیوں میں سب سے زیادہ بڑھانے کا موجب بنتا ہے اور یہی چیز ہے جو منافق اور مومن کی پہچان بھی کرواتا ہے۔

جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے۔حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس کسی نے بلاوجہ جمعہ چھوڑا وہ اعمال نامے میں منافق لکھا جائے گا جسے نہ تو مٹایا جاسکے گا اور نہ ہی تبدیل کیا جاسکے گا۔

(مجمع الزوائد۔ ومنبع الفوائد۔ جلد دوم۔ کتاب الصلاة باب فی الجمعة و فضلها)

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت جعد الضمری روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تساہل کرتے ہوئے لگاتار تین جمعے چھوڑے (سستی کرتے ہوئے تین جمعے لگاتار چھوڑے) اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے

(ابوداؤد کتاب الصلوٰة باب فی تفریع ابواب الجمعة باب التشدید فی ترک الجمعة حدیث نمبر 1052)

اور جب مہر کر دیتا ہے تو پھر نیکیاں کرنے کی توفیق بھی کم ہوتی چلی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ انسان بالکل ہی دور ہٹ جاتا ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنی استطاعت کے مطابق پاکیزگی اختیار کرے اور تیل لگائے اور گھر سے خوشبو لگا کر چلے اور دو آدمیوں کو الگ الگ نہ کرے (یعنی اپنے بیٹھنے کے لئے زبردستی پرے نہ ہٹائے) اور پھر جو نماز اس پر واجب ہے وہ ادا کرے۔پھر جب امام خطبہ دینا شروع کرے تو وہ خاموشی سے سنے تو اس کے اس جمعہ اور اگلے جمعہ کے درمیان ہونے والے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(بخاری کتاب الجمعة باب الدُّھنِ للجمعة حدیث نمبر 883)

پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ سب سے پہلے آنے والے کو پہلا لکھتے ہیں اور پہلے آنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اونٹ کی قربانی کرے۔پھر بعد میں آنے والا اس کی طرح ہے جو گائے کی قربانی کرے۔پھر مینڈھا (بھیڑ)، پھر مرغی اور پھر انڈے کی قربانی کرنے والے کی طرح ہے۔پھر فرمایا کہ پھر جب امام منبر پر آجاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں۔یعنی فرشتے اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور ذکر کو سننا شروع کر دیتے ہیں۔

(بخاری کتاب الجمعة باب الاستماع الی الخطبة یوم الجمعة حدیث نمبر 929)

اس خطبہ کو سننا شروع کر دیتے ہیں جو امام دے رہا ہوتا ہے۔اس میں ایک تو ثواب اور اس کے بعد پھر خطبوں کو توجہ سے سننے کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ جس مسجد میں مجلس میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے بیٹھے ہوں اور وہ باتیں سن رہے ہوں اس سے زیادہ بابرکت مجلس اور کون سی ہو سکتی ہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی جمعہ کے روز امام کے خطبہ کے دوران بولے اس کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو اور جو اس سے یہ کہے کہ خاموش رہے تو اس کا بھی جمعہ نہیں۔

(مسند احمد بن حنبل 1/230 ۔ جلد 1 مسند عبداللہ بن عباس حدیث نمبر 2033 عالم الکتب بیروت 1998ء)

یعنی بولنے والے کو بول کر خاموش کرانا بھی منع ہے۔ اگر بچے شور کر رہے ہیں اور ان میں کوئی چھوٹا بچہ ہو تو وہاں سے اس کو اٹھا کر لے جانا چاہئے اور اگر کوئی ہوش مند بچہ بول رہا ہے، شرارت کر رہا ہے تو اس کو اشارے سے منع کرنا چاہئے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ سُلیک غطفانی جمعہ کے روز اس وقت آ کر بیٹھ گیا جب رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو آپ نے اسے فرمایا: اے سُلیک! کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کرو اور اس میں اختصار سے کام لو۔ پھر آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے روز امام کے خطبہ دینے کے دوران آئے تو وہ دو رکعت پڑھے اور ان کو جلد جلد مکمل کرلے۔

(مسلم کتاب الجمعۃ ۔ باب التحیۃ والامام یخطب حدیث نمبر 1908)

علقمہ روایت کرتے ہیں کہ مَیں عبداللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ جمعہ کے لئے گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان سے پہلے تین آدمی مسجد میں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے کہا چوتھا مَیں ہوں۔ پھر کہا کہ چوتھا ہونے میں کوئی دوری نہیں۔ پھر کہا مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور جمعہ میں آنے کے حساب سے بیٹھے ہوں گے۔ یعنی پہلا دوسرا تیسرا اور انہوں نے کہا پھر چوتھا اور چوتھا بھی زیادہ دور نہیں۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا۔ باب ما جاء فی التھجیر الی الجمعۃ حدیث نمبر 1094)

تو جمعوں کی اتنی اہمیت ہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز جمعہ پڑھنے آیا کرو اور امام کے قریب ہو کر بیٹھا کرو اور ایک شخص جمعہ سے پیچھے رہتے رہتے جنت سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ حالانکہ وہ جنت کا اہل ہوتا ہے۔

(سنن ابو داؤد کتاب الصلاۃ باب تفریع ابواب الجمعۃ باب الدنو من الامام حدیث نمبر 1108)

نیکیوں کی توفیق والی حدیث مَیں نے پہلے پڑھی تھی۔ نیکیاں تو انسان کر رہا ہوتا ہے لیکن وہ نیکیاں جمعہ نہ پڑھنے کی وجہ سے دل کو داغ لگنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ ختم ہوتی چلی جاتی ہیں اور پھر وہی انسان جو جنت کا اہل ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ جنت سے محروم رہ جاتا ہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت عبید بن ثبات روایت میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جمعہ کے روز فرمایا کہ اے مسلمانوں کے گروہ! یقیناً یہ دن خدا نے تمہارے لئے عید کا دن بنایا ہے پس تم غسل کیا کرو اور جس کسی کے پاس طیب ہو یعنی خوشبو ہو وہ ضرور اسے لگا لیا کرے اور مسواک کیا کرو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ما جاء فی الزینۃ یوم الجمعۃ حدیث نمبر 1098)

پس یہ اہمیت ہے جمعوں کی جسے ہمیں ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دن کو ایک اور زاویے سے پیش فرمایا ہے اور پھر جمعہ کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ آپؑ آیت

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُم

(المائدہ:4)

کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”غرض اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ کی آیت دو پہلو رکھتی ہے۔ ایک یہ کہ تمہاری تطہیر کر چکا“۔ (تمہیں پاک کر دیا ایسا دین آ گیا کہ جو پاک کرنے والا ہے۔)

”اور دوم (یہ کہ) کتاب مکمل کر چکا۔ کہتے ہیں جب یہ آیت اتری وہ جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی یہودی نے کہا کہ اس آیت کے نزول کے دن عید کر لیتے“۔ (احادیث میں بعض روایات میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے آتا ہے کہ یہودی نے ان سے کہا اور انہوں نے کہا کہ جمعہ عید ہی ہے۔ لیکن بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو روایات ہیں اور بعض ایسی ہیں جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا ہے کہ مجھے براہ راست آنحضرت ﷺ نے بعض روایات بتائی ہیں۔ تو اس کی جو

حیثیت ہے اور قدر و اہمیت ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو بیان فرمائی ہے ہمیں بہر حال اس کو دیکھنا چاہئے نہ کہ ان روایتوں کو جو مختلف راویوں کے ذریعہ سے پہنچیں۔ تو بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ) ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی یہودی نے کہا کہ اس آیت کے نزول کے دن عید کر لیتے۔ (دوسری روایت میں آتا ہے کہ اگر یہ ہم پر اترتی ہوتی تو ہم عید کا دن مناتے۔ تو بہر حال کہا کہ اس آیت کے نزول کے دن عید کر لیتے۔)

(بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ المائدۃ باب قولہ: الیوم اکملت لکم دینکم حدیث نمبر 4606)

حضرت عمرؓ نے کہا کہ جمعہ عید ہی ہے''۔
(حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں) ''مگر بہت سے لوگ اس عید سے بے خبر ہیں۔ دوسری عیدوں کو کپڑے بدلتے ہیں لیکن اس عید کی پرواہ نہیں کرتے اور میلے کچیلے کپڑوں کے ساتھ آتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ عید دوسری عیدوں سے افضل ہے''۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ) ''میرے نزدیک یہ عید دوسری عیدوں سے افضل ہے۔ اسی عید کے لئے سورۃ جمعہ ہے اور اسی کے لئے قصر نماز ہے اور جمعہ وہ ہے جس میں عصر کے وقت آدم پیدا ہوئے۔ اور یہ عید اس زمانے پر بھی دلالت کرتی ہے کہ پہلا انسان اس عید کو پیدا ہوا۔ قرآن شریف کا خاتمہ اسی پر ہوا''۔

(الحکم جلد 10 نمبر 27 مورخہ 31/ جولائی 1906ء صفحہ 5 کالم 1)
(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 673 مطبوعہ ربوہ)۔

یعنی یہ آیت جو تھی یہ بھی جمعہ والے دن نازل ہوئی۔ پس ہم ایک عظیم الشان دین کے ماننے والے ہیں جس کو نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنا دین کامل اور مکمل کیا اور ایک یہودی کو بھی اس کی عظمت کا، آیت کی عظمت کا اقرار کرنا پڑا۔ پس جس خدا نے دین کامل کر کے قرآن کریم کی صورت میں آنحضرت ﷺ پر اتارا اسی خدا نے ایک اہم فریضہ کی طرف اس کتاب میں ہمیں توجہ دلائی ہے بلکہ حکم دیا ہے۔ پس یہ ہماری بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس کی بجا آوری میں کبھی سستی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور ہماری اولادوں کو بھی ہمیشہ توفیق دیتا رہے کہ ہم جمعوں کا خاص اہتمام کرنے والے بنے رہیں اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہم سے توقع کی ہے اس پر پورا اُترنے والے ہوں۔

حمد

ڈاکٹر مہدی علی چوہدری

خورشید اور قمر میں تیری ہی روشنی ہے
تاروں کی انجمن بھی ترے نور سے سجی ہے

ہو نورِ ماہِ کامل یا مہرِ ضوفشاں
تیری ضیاء کے آگے ہر نور ملگجی ہے

یہ حسیں شفق کی لالی ، یہ صبحدم کی شبنم
تیرے عطر سے معُنبر یہ گلوں کی تازگی ہے

تیرے حسن سے مُعنوَن یہ شبابِ فصلِ گل ہے
کہ صبا کی نکہتوں میں تیری شگفتگی ہے

ہیں ہواؤں کے لبوں پر تیری حمد کے ترانے
عندلیب کے لحن میں تیری ہی نغمگی ہے

ایٹم سے کہکشاں سب تیرا آئینۂ قدرت
ہر دل کی دھڑکنوں میں تجھ سے ہی زندگی ہے

مانا قریب تر ہے رگِ جاں سے تو پیارے
تیری دید کیلئے پر آنکھوں میں تشنگی ہے

تیری عظمتوں پہ قرباں میرے حقیر سجدے
دل میں تیری محبت کی جوت سی جگی ہے

یہ سر جو کٹ بھی جائے تیرے در سے نہ اٹھے گا
تیرا کام ہے خدائی میرا کام بندگی ہے

تو خالقِ جہاں ہے ، مشتِ غبار ہوں میں
تجھ سے وصال چاہوں کیسی یہ سادگی ہے

محفلِ عرفان

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

سائل: (سائل کا سوال واضح نہیں ہے۔)

حضور: near future تو بڑا مشکل ہے کہنا۔ دیکھیں آپ نے جو مجھ سے سوال کیا ہے۔ میری اس وقت حیثیت ہے جماعت احمدیہ کے سربراہ کی اور میں اسی نقطہ نگاہ سے جواب دونگا۔ جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ یہ مومنٹ اللہ نے شروع کی ہے۔ تمام مسلمانوں کو از سر نو زندہ رکھنے کے لئے اور اسلام کو دوسرے مذاہب پر غالب کرنے کے لئے۔ تو اس سوال کا جواب میں مسلمانوں کی response کے مطابق ہی دے سکتا ہوں۔ میرے نزدیک اسلام زندہ ہوگا جب سارے مسلمان احمدیت کو پہچانیں گے اس کی حقیقت سمجھیں گے اور اپنا ہاتھ پکڑا دیں گے اور پھر اتنی عظیم الشان طاقت پیدا ہوگی کہ اگر صرف ایک ملک میں یہ واقعہ ہو جائے تو کوئی دنیا کا ملک اس کے اثر سے خالی نہیں رہے گا۔ یہ ہے میرا نظریہ۔ اب یہ response جتنی slow ہو رہی ہے یا برعکس مومنٹ چل رہی ہے کہ اس کو arrest کرنے کی کوشش کر رہی ہے اتنا ہی فیوچر دُور ہو رہا ہے میرے نزدیک۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ دُور ہے کیونکہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ حالات اچانک بدلتا ہے۔ مثلاً دل میں کثرت کے ساتھ شرفا ہو سکتے ہیں جو دل میں تسلیم کرتے ہوں کہ ہیں تو سچے لیکن ہم میں نہیں طاقت مخالفتیں برداشت کرنے کی۔ معاشرے کے دکھ سمجھنے کی دُکھ face کرنے کا حوصلہ نہیں ہے سیاسی مفادات قربان کرنے کی طاقت نہیں ہے لیڈر شپ ہماری تباہ ہو جاتی ہے........the moment Ahmadi will become سارا پلیٹ فارم پاؤں سے نکل جاتا۔ ایسے بہت سارے فیکٹرز ہیں لیکن یہ فیکٹرز اپنی جگہ موجود رہنے کے باوجود آ کیومولیٹو ایفکٹ بعض دفعہ بڑھ جاتا ہے اور ایک وقت میں آ کر جب قومی کوئی بڑی tragedy آئے جب انسان shake ہو جاتے ہیں کوئی بہت بڑا set back ہو تو اس وقت یہ جو احساسات ہیں یہ upperhand لے لیتے ہیں اور بعض دفعہ اچانک لگتا ہے کہ کایا پلٹ گئی حالانکہ اچانک نہیں ہوا کرتا واقعہ اس کے پیچھے ہلکی ہلکی تیاری ہو رہی ہوتی ہے اس کی مثال ویسی ہی ہے جیسے میں مثال دیا کرتا ہوں عیسائیت کو تین سو سال کے بعد تین سو آٹھ سال گزر گئے exactly speaking اچانک ایک دن یہ عیسائیت کے ساتھ واقعہ رونما ہوا کہ ساری Roman Empire عیسائی ہو چکی تھی اب لوگ کہتے ہیں کہ It was a sudden dramatic change بالکل غلط ہے تین سو سال جنہوں نے دکھ برداشت کئے۔ انہوں نے تبدیل کی تھی opinion اور وہ opinion تھی جو اندر اندر کھا رہی تھی قوم کو یہاں تک کہ ایک دن جس دن یہ واقعہ ہوا ہے (اس دن بادشاہ احکامات صادر کر رہا تھا) اس کی کمزوری کی بظاہر یہ حالت تھی کہ بادشاہ احکامات صادر کر رہا تھا کہ ان سب کو گھروں سے نکال دیا جائے جنکو زندہ جلا سکتے ہو زندہ جلا دو جنکو جانوروں کے سامنے پھینکنا ہے یہ کرو۔ یعنی اس قسم کے وہ سخت احکامات تھے دے رہا تھا۔ تو وزیر نے دست بدست ہو کر یہ عرض کی کہ بادشاہ سلامت ایسے احکامات نہ دیں کیونکہ آپکی ملکہ عیسائی ہو چکی ہے آپکا گھر عیسائی ہو چکا ہے ملکہ اور بچے آپ کے عیسائی ہیں آپکو علم نہیں اس بات کا وہ انڈر گراؤنڈ چل رہی تھی movement بادشاہ ایسا collapse کیا کہ suddenly واپس محل میں گیا۔ اس نے اسکو

face کیا ملکہ کو۔ ملکہ نے کہا کہ ہاں میں ہوں اور یہ دلائل ہیں میرے۔ چاہے تمہاری مرضی ہو تو مجھے بھی destroy کر دو ساتھ یا اپنا مذہب تبدیل کرو تو اس نے کہا کہ میں اپنا مذہب تبدیل کرتا ہوں۔ اور ایک ہی دن میں سارے روم میں عیسائیت کا اعلان ہوا۔ تیاری چونکہ پہلے سے تھی اس لیے public فوراً عیسائی ہو گئی۔ کوئی جبر نہیں کرنا پڑا انکو عیسائیت کے لئے۔ لیکن وہ قربانیاں تھیں تین سو سال انہوں نے بے شمار دکھ اٹھائے خون بہائے اپنے غاروں میں جا کر رہے زمین ان پر تنگ کی گئی اور ان کے مال لوٹے گئے تو یہ accumulative effects ہوتے ہیں اس لئے میں فیوچر کے متعلق یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ بہت دُور کا فیوچر ہے اللہ کرے نزدیک آجائے وہ فیوچر لیکن میرے نزدیک یہی ہے۔

سائل: جناب کو جو موقع ملا ہے comparitive study کا جو یورپین اقوام کی ترقی کا راز ہے کیا اس میں ان کے مذہبی عقائد کا زیادہ دخل ہے۔ کیا ان کا personal national character جو ہے وہ اس حد تک develop ہوا جو انہوں نے دنیا کو......؟

حضور: آپکے سوال کے دو حصے ہیں پہلا یہ کہ مذہب سے اس کا کیا relationship ہے اس ترقی کا وہ exactly opposite ہے۔ مجھ سے یورپ میں ایک یہ سوال ہوا کہ آپ دعوے کرتے ہیں اور نظریاتی لحاظ سے ہمیں convince کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر جو ہم نے عملی نمونہ دیکھا ہے وہ بالکل مختلف ہے۔ اور وہ یہ کہ تمام اسلامی ممالک تنزل کا شکار ہیں اور تمام اسلامی ممالک ہماری مخالفت کے باوجود ہم پر depend کرتے ہیں یعنی وہ لڑنے بھی ہم سے آئیں گے تو ہتھیار ہم سے مانگ کر لڑنے آئیں گے ان کے اپنے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اس قسم کے بڑے دلچسپ سوال بنا کر کئے۔ تم کیا باتیں کر رہے ہو کس دنیا میں رہ رہے ہو تم نظریاتی لحاظ سے ہمیں convince کرو عمل کی دنیا جھٹلا رہی ہو اسلام کے اثرات کو کس طرح توقع رکھو گے کہ ہم مان جائیں گے۔

میں نے ان کو سمجھایا historical perspective میں کہ میں نے کہا آپکا سوال جائز ہے لیکن آپ کا سوال کنفیوژن کا شکار ہے۔ میں نے کہا ہسٹری ہمیں بتاتی ہے عیسائیت اور اسلام پر ہسٹری میں دو دور آئے ہیں ایک دور یہ تھا کہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والے اپنے دعوے میں سچے تھے۔ اپنے کیریکٹر میں پختہ تھے اور ان میں تضاد کوئی نہیں تھا۔ جو مانتے تھے اس کو کر کے دکھاتے تھے۔ اور عیسائیت پر بھی اسی زمانہ میں ایک ایسا دور آیا کہ عیسائی بڑے سخت کٹر یہ سمجھتے تھے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس زمانے کے اسلام کے دَور کو تم روشن دَور کہتے ہو اور عیسائیت کے دَور کو dark age کہتے ہو۔ جب Christianity کے خلاف Christians نے بغاوت کی تو تم اس کو Renaissance کہتے ہو اور جب اسلام کے خلاف مسلمانوں نے بغاوت کی تو وہ اس کے تنزل کا دَور ہے۔ تو exactly opposite شکل سامنے آ گئی، یعنی اسلام ترقیات کا ذمہ دار تھا جب تک آپ اسلام سے واقعۃً وابستہ تھے اور جب جھوٹ بولا اسلام سے تو پھر تنزل کا شکار ہو گئے انہوں نے جب عیسائیت کے خلاف بغاوت کی تب ترقی کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا مذہب backward تھا ان کا مذہب اپنے زمانے کے لحاظ سے پیچھے رہ گیا تھا۔ اب اسطرح میں نے ان کو جب سمجھایا تو ایک بھی آواز اس کے مخالف نہیں اٹھی تسلیم کرتے ہیں وہ لوگ کیونکہ logic انکی بڑی نمایاں ہو چکی ہے یہ بڑی خوبی ہے اسلام کے لئے کہ قرآن کریم والی بات کے رشد کے ذریعہ داخل ہو تم تو کوئی ڈیفینس نہیں ہے رشد کے خلاف۔ چنانچہ یہ سمجھانے کے بعد اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے پھر ترقی کیوں کی؟ ایک مذہب غلط تھا اس پر عمل چھوڑ دیا faith loose کر گئے ترقی گم ہو گئی۔ اس کا سیدھا سادہ جواب یہ ہے کہ ترقی سچائی سے ہوتی ہے۔ ترقی جھوٹ سے ہو ہی نہیں سکتی ایسی قومیں جو جھوٹ میں رہ رہی ہوں living in lie انکا ترقی سے کیا تعلق ہے۔ انہوں نے عیسائیت کے خلاف بغاوت سچ کے نتیجہ میں کی تھی۔ کیونکہ وہ عیسائیت ماننے کے لائق نہیں تھی۔ ان کے دل میں ان کے scientist

نے یہ جھنڈا اٹھایا تھا نا بغاوت کا پہلا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قربانیاں دیں ۔۔۔scientist جس نے جھنڈا اُٹھایا ہے عیسائیت کے خلاف اس نے سچائی کی بناء پر اٹھایا ہے۔اس نے کہا سچائی ہمیں کہتی ہے کہ واقعہ یوں ہے بائبل کہتی ہے واقعہ اسطرح ہے ہم سچائی کو پکڑیں گے۔تم ہمیں مارو پیٹو جو مرضی کرنا ہے کرو۔ بڑی قربانیاں دی ہیں انہوں نے سچائی کی خاطر اور سچائی جدھر بھی ان کو لے گئی یعنی observation میں انہوں نے خوش فہمی کو داخل نہیں ہونے دیا observation نے کہا کہ پانی ایک جزو نہیں ہے بلکہ اس کے اندر دو جزو ہیں۔انہوں نے کہا ٹھیک ہے ہم مان لیتے ہیں ہمارا کیا فرق پڑتا ہے۔آکسیجن اور ہائیڈروجن ہیں انہوں نے اور غور کیا کہ آکسیجن اور ہائیدروجن بھی اپنی ذات میں آخری چیز نہیں ہیں بلکہ اس کے اور ذرات ہیں۔انہوں نے کہا ٹھیک ہے جہاں انکو سچائی نظر آئی انگلی پکڑا دی چپ کر کے چلتے گئے۔

اور یہ نہیں سوچا کہ ہم خواہش کا غلام بنائیں اپنی سائنس کو۔جب کہ مسلمان دنیا جب اسلام سے پیچھے ہٹی ہے اور سچائی کا معیار کم ہوا ہے تو وہ کیمیا گری میں پڑ گئے۔انہوں نے یہ سوچا کہ خواہش کا غلام بنا کر خدا کی نیچر کو ہم سونا بنائیں یہ دو متضاد شکلیں نظر آ رہی ہیں۔اس وقت ہم یہاں یہ دیکھتے ہیں کہ سارا اسلامی دنیا کا سونا مٹی ہو رہا تھا اور وہ سونا نہیں بن رہا تھا اور وہاں مٹی سے وہ سونا بنانے کے قابل ہو گئے۔کیونکہ انہوں نے سچائی کو پکڑا یہ جو کھا دیں ہم ڈال رہے ہیں اور یہ ساری چیزیں یہ مٹی سے سونا ہی بن رہا ہے نا تو اصل وجہ وہی ہے جو مذہب کی ترقی کی وجہ ہوتی ہے۔یعنی غیر مذہبی اقدار کی فتح نہیں ہے بلکہ جو قومیں غیر مذہبی اقدار میں مبتلا ہیں وہ اس کا نقصان اٹھا رہی ہیں۔یہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ بھی دراصل اسلام کے فنڈامینٹل کی فتح ہے یا پھر ہر مذہب کی بنیاد کی کہہ دینا چاہیئے۔مذہب کی بنیاد ہے سچائی پر جب تک مذہب کو ماننے والے سچائی کو پہلے رکھیں گے باقی اقدار کو پیچھے رکھیں گے وہ ترقی کریں گے خواہ وہ دنیا میں ہوں خواہ دین میں ہوں جب ان سے پیچھے ہٹ جائیں گے تو مار کھائیں گے۔تو انہوں نے پھر اس طریقے میں ترقی کی سچائی اختیار کر لی۔

سائل: آج کل جو ویسٹرن کنٹریز میں آپ دورہ بھی فرماتے ہیں ایک بڑی جو ریڈیکل چینج ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ بڑی دیر کے بعد اب وہ لوگ پھر جو ہیں مذہب کی طرف مائل ہوئے ہیں حالانکہ چاہیئے تو یہ تھا نا کہ جتنی وہاں سائنس نے ترقی کی ہے وہ reasoning سے ہوئی ہے یا logic ہے؟ وہ زیادہ مذہب کو سیکنڈ ڈگری پر لاتے ہیں آپ کے نزدیک اس کی کیا وجہ ہے؟

حضور: جو جواب میں نے دیا ہے اس میں اس کی وجہ بیان ہوگئی ہے۔واقعہ یہ ہے کہ ان کی ساری ترقی کی بنیاد truthfulness پر ہے یعنی انہوں نے سچائی کو اختیار کیا اور یہ سمجھا کہ جب تک ہم honest ہیں کسی pursuit میں اس وقت تک ہم ترقی کرتے ہیں جب dishonest یا distrust کو دخل دیتے ہیں وہاں ہماری ترقی ختم ہو جاتی ہے۔اب ان کی سچائی میں اتنی logic اور چمک پیدا ہو چکی ہے کہ جب انہوں نے عام معاشرے کو اپنی civilization کو دیکھا۔میں نے وہاں یورپ میں یہ بیان کیا تھا میں نے کہا آپ کے اوپر بغاوت کے دو دور آئے تھے۔پہلا دور تھا اپنے مذہب کے خلاف بغاوت کا اس کو ہم ۔۔۔کہتے ہیں اب دور ہے اپنی civilization کے خلاف بغاوت کا یہ جو مذہبی ہو رہے ہیں یہ مذہبی اس طرح directly نہیں ہو رہے۔انہوں نے یہ دیکھا کہ ہماری Western civilization totaly failure ہے وہ ہمیں تسکین قلب نہیں دے سکی۔وہ ہمیں وہ طمانیت نہیں عطا کر سکی جس کی خاطر انسان زندہ رہتا ہے اور اس ردعمل میں کوئی drug addicts بن گیا کوئی hippie ہو گیا کسی نے کوئی شکل اختیار کی کسی نے نئے نئے مذاہب کی تلاش شروع کر دی تو یہ اس دھکے کے نتیجے میں ہے۔disillusionment ان کو ہوئی ہے اپنی تہذیب سے۔

سائل: آپ مانتے ہیں کہ حضرت مسیح کشمیر میں مدفون ہیں جبکہ عیسائی کہتے ہیں کہ وہ سولی پر چڑھا دیئے گئے تھے اور زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے۔آپ اپنے حالیہ دورے میں تقریروں اور پریس کانفرنسوں میں ان کو

پیغام حق پہنچاتے رہے ہیں اس بارے میں ان کا کیا ردعمل تھا؟

حضور: اس کی مثال دیتا ہوں مثلاً سوئٹزرلینڈ میں جو میرا پبلک ایڈریس تھا اس کا مذہب سے بظاہر کوئی تعلق نہیں تھا فیوچر آف دی ورلڈ اور فیوچر کرائسس کیا پیش آسکتے ہیں اور انسان ان سے کس طرح بچے؟ یہ تھا لیکچر وہاں جو انٹیلی جینشیا آیا ہوا تھا ان میں سے ایک شخص نے یہی سوال کیا جو آپ نے کیا ہے جو میں نے جواب دیا اب مجھے اس کے بعد واپس آنے کے ایک مہینے کے بعد خط آیا ہے میرے دل پر اس کا اتنا اثر ہے کہ میں نے ریسرچ شروع کر دی ہے اور contact کر لیا ہے آپ کے مشن سے اور میں نے اس کا جواب دیا اب اس کا دوسرا خط چند دن ہوئے ہیں آیا ہے۔ اس نے یہ کہا ہے میرے لئے آپ دعا کریں میں بالکل قریب آچکا ہوں۔ impact تو ہوتا ہے یہی ان دوروں میں میرا خیال ہے۔شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو میرے خیال میں ایک بھی نہیں ہے، جہاں موقعہ پہ بات ختم ہونے کے بعد کوئی مسلمان نہ ہوا ہو یا اس نے اسلام کے حق میں نمایاں اظہار نہ کر دیا ہو۔ناروے سے شروع کیا ہم نے دورہ، وہاں ایک پادری صاحب بھی آئے ہوئے تھے جو وہاں کے ناروے کی جیلوں کے انچارج ہیں جیلوں میں جو rehabilitate کرتے ہیں نا لوگوں کو وہ کام ان کے سپرد تھا لیکن مذہبی آدمی تھے۔ بائبل پر بڑا عبور تھا۔ان سے بات شروع ہوگئی دو یونیورسٹی کے پوسٹ گریجوایٹ سٹوڈنٹ بھی تھے وہاں۔ جب باتیں ختم ہوگئیں تو باہر ایک آدمی نے عجیب نظارہ دیکھا کہ وہ دونوں سٹوڈنٹ اس پادری کو پکڑ کر کھڑے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم ہم سے ساری عمر جھوٹ پہ جھوٹ بولتے رہے ہو facts تو اور ہیں۔۔۔وہ بیچارہ پیچھا چھڑاتا رہا اس نے کہا اچھا مجھے یہاں تو اب چھوڑو میں بعد میں تمہیں جواب دوں گا انہوں نے کہا نہیں ہم نے یہاں سے نکلنے ہی نہیں دینا جب تک جواب نہ دو۔تو ڈیڑھ گھنٹہ اندازہ کریں وہاں کھڑے ان جیسے ملکوں میں جہاں وقت کی قیمت بھی بڑی ہے اور کھڑے ہو کر اس طرح برسرعام تو آپ بات نہیں کر سکتے۔تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ انہوں نے اس کو مسجد کے صحن سے باہر نہیں جانے دیا۔اور بعد میں مشن بھی آئے ہوئے ہیں اب وہ ہمارے ساتھ بڑا مضبوط contact ہے ان لڑکوں کا اقبال کمال صاحب سے۔اس کے علاوہ جو شامل ہوئے تھے وہ دلچسپی لے رہے ہیں۔تو اول تو ایک sitting میں مذہب تبدیل ہوا نہیں کرتے ایک بیج بویا جاتا ہے۔ انسان illuminate کرتا ہے پرانے تعصّبات کو تھوڑا صاف کرتا ہے۔ ایک پراسس ہے لمبا لیکن خدا تعالیٰ نے وہاں اتنا فضل کیا کہ بعض جگہ تو دیکھتے دیکھتے نتیجے پیدا ہو گئے۔سپین میں جب ہم جدا ہوئے۔۔۔وہاں بھی بات ہوئی مسجد بشارت میں اور ایک پوری فیملی نے بات کی اور جب جدا ہوئے نکلنے لگے تھے سپین سے تو میڈرڈ آ کر ایک وکیل نے جو بڑا قابل وہاں کا وکیل ہے، اس نے آکر بیعت کی تو اس سے مجھے بڑی تسلی ہے کہ جو impact وسیع پیدا ہو چکا ہے بیج بوئے گئے ہیں وہ بھی انشاء اللہ بڑھیں گے اور آہستہ آہستہ پھل لائیں گے۔

سائل: حضرت عیسیٰؑ اکیلے آسمان پر زندہ گئے۔۔۔تو اس کا وہ کیا جواب دیتے ہیں کہ جب ان سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ آپ ہر چیز کو observation سامنے رکھ کر سچائی کو تلاش کرتے ہیں۔تو آپ کس طرح کہتے ہیں کہ عیسیٰ زندہ آسمان پر چلا گیا؟

حضور: میں بتاتا ہوں وہ اس کا جواب دیتے ہیں۔وہ کہتے ہیں ہم اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ

He is one of gods, Esa is not one of men اور godly attributes اَور ہیں اور manly attributes اَور ہیں۔وہ کہتے ہیں اگر ہم prophet کہہ کر (وہ الٹ آگئے ہیں) ہم سے تو نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے لیکن دوسرے مسلمانوں کو یہی جواب دیتے ہیں کہ تم بحیثیت prophet یہ تسلیم کرتے ہو کہ وہ زندہ آسمان پر چلا گیا ہے یہ illogical بات ہے۔آپ کو نہیں میں کہہ رہا۔میری بات سمجھیں میں یہ کہہ رہا ہوں کہ official عقیدہ اکثر مسلمان فرقوں کا یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ جسم سمیت آسمان پر چلے گئے تو جب عیسائیوں سے بات ہو جن کو یہ نہ پتہ ہو کہ یہ احمدی بات کر رہا ہے اور اس کا یہ عقیدہ نہیں ہے یا آپ کا پتہ

نہ ہو کہ آپ کا بھی عقیدہ نہیں ہے وہ یہ جواب الٹ کر دیتے ہیں پہلے کہتے ہیں کہ illogical تو تمہاری بات ہے ہماری تو ہے ہی نہیں ہے اس لئے کہ ہم انسان کے attributes انسان تک ہی محدود رکھتے ہیں اور خدا کے attributes خدا تک محدود رکھتے ہیں۔تمہارا خدا وہ ہے جو اپیریشن کی شکل میں بھی ظاہر ہو جاتا ہے وہ فرشتے انسان کی شکل میں بھی بھیجتا ہے تو وہ مختلف مناظر ہیں جس کو تم کشف کہتے ہو تو اس خدا سے تم کو کیا بات بعید نظر آتی ہے کہ وہ دنیا کو ایک انسان کی شکل میں نظر آتا رہا اور اس کی اصلیت چونکہ خدا کی تھی اس لیے وہ آسمان پر چلا گیا لیکن تم مانتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے اور یہ ان کے بیان کے مطابق تمہارے اندر contradiction ہے کیونکہ تم انسان بھی کہتے ہو اور ساتھ یہ بھی مانتے ہو.... میں ان کی طرف سے آپ کو لاجواب نہیں کر رہا ہم بھی اس کا جواب دیتے ہیں مگر میں ویسے بتا رہا ہوں وہ کہتے کیا ہیں۔

سائل: مسیح دنیا میں رہے کیا وہ خدا بن کر رہے یا انسان بن کر رہے؟

حضور: وہ کہتے ہیں دونوں پہلو تھے ایک وقت میں attributes ایک پہلو سے نمونہ دینے کے لئے وہ انسان تھے ایک پہلو سے وہ نمونہ دینے کے لئے وہ خدا تھے۔ aspects تھے وہ کہتے ہیں دیکھو.....ایک وقت میں تین اور تین کی مثال بھی وہ دیتے ہیں، کہ پھول ہے اور پھول کے اندر خوشبو بھی ہے اس کے اندر رنگ بھی ہے اس میں لمس بھی ہے attributes ہیں سورج ہے اس سے شعاع پھوٹتی ہے اس میں گرمی بھی ہے اس میں روشنی بھی ہے اور وہ سورج کا حصہ ہے تو کائنات میں ایسی مثالیں نظر آتی ہیں کہ ایک وجود تین کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ جو ساری وہ باتیں کرتے ہیں یہ میں آپ کو اس لئے نہیں کہہ رہا کہ عیسائیت میں کوئی logic ہے میں آپکو یہ بتا رہا ہوں کہ اس کے خلاف جو ہم جہاد کرتے ہیں ان سے وہ بڑا دلچسپ ہے۔ چنانچہ ابھی میں نے پیچھے مغرب کی نماز کے بعد ربوہ میں کچھ مجالس اسی موضوع پر لگائیں۔۔۔(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

رحمت کی آس میں مرا دستِ دُعا دراز

حضرت صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

رحمت کی آس میں مِرا دستِ دُعا دراز
اک نظرِ التفات سے مولا مجھے نواز

ہر آن ہے لپیٹ میں اپنی لئے ہوئے
احساس کی تپش مجھے افکار کا گداز

لمحے جُدائیوں کے بہت ہوگئے طویل
فرقت کی لَے میں ڈُوبی ہوئی ہے نوائے ساز

رَبِّ کریم! شانِ کریمی کا واسطہ
پہلی سی ڈال پھر وہی اک نِگہِ نیم باز

میری مجال کیا ہے کہ شکوہ کروں ترا
گستاخیاں نہیں ہیں محبت کے ہیں یہ ناز

تیرے سوا ہے کون؟ تری ذات ہی تو ہے
مشکل کُشا، مجیبِ دُعا، ربِّ کارساز

بے پایاں تیری نعمتیں، رحمت ہے بے کراں
انساں کی پستیوں کو بھی بخشا گیا فراز

اَب جلد آ کہ سنگِ عداوت کی زَد میں ہے
میری اذان، میری عبادت، مری نماز

تدبیر کوئی کر تری تدبیر چاہیئے
میں سادہ و غریب ہوں دشمن زمانہ ساز

لَاتَقْنَطُوْا کا قول ہے ڈھارس دیئے ہوئے
تیری گرفت سخت ہے، پر ڈھیل ہے دراز

تشنہ لبانِ مشرق و مغرب کو ہو نوید
بٹتی ہے آج پھر مئے خُم خانۂ حجاز

تبلیغ، وقت کی ضرورت

مولانا محمد ظفر اللہ ہنجرا، ہیوسٹن ٹیکساس

ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمد پر تبر
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور ان کے وہ وار

کونسی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں
کونسے دل ہیں جو اس غم میں نہیں ہیں بے قرار

گزشتہ شمارہ میں اس مضمون کے متعلق کچھ لکھا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اس عظیم الشان مقصد کے حصول کی خاطر تھی کہ اسلام اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جائے۔ اس کیلئے ایک آگ تھی جو آپ کے سینے میں روشن تھی اور اسی طرف اپنے ماننے والوں کو بلایا۔

اس وقت اسلام پر جو حملے ہو رہے ہیں تمہیں چاہیئے کہ تم خوابِ غفلت سے بیدار ہو اور آنسوؤں سے آنکھوں کو تر کرو اور خدا کے حضور پیش کرو۔ آپ فرماتے ہیں کہ کسرِ صلیب جانکاہ دعاؤں پر موقوف ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ دعا اس باطل کو ہلاک کر دے گی اور لوگوں کو تو کوئی غرض نہیں ہے کہ وہ دین کیلئے دعا کریں مگر میرے نزدیک بڑا چارہ دعا ہی ہے۔ اور یہ بڑا خطرناک جنگ ہے جس میں جان جانے کا بھی خطرہ ہے۔

(ملفوظات جلد 3صفحہ561)

اس پیغام کو پہنچانے میں جان ڈالنے کیلئے دعا ہی بڑا ہتھیار ہے۔ جس کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے استعمال کیا۔ آپ نے حضرت عمرؓ اور ابو جہل کی ہدایت کیلئے دعا کی تو حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا اور ابو جہل کے بیٹے عکرمہؓ کے اسلام لانے سے دُعا کی اہمیت اور قبولیت کا نشان ملتا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّکَ لَاتَھۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ج
(القصص 28 : 57)

ہمارا کام پیغام پہنچا دینا ہے، ہدایت دینا خدا کا کام ہے۔ اس لئے یہ کبھی دل میں نہیں ہونا چاہیئے کہ فلاں شخص ہدایت پائے تو اس سے عظیم انقلاب آئے گا۔ خواہش اور تمنا سے روکا نہیں گیا۔ ہاں پیغام پہنچانے کیلئے ایک وسیع دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ تمہاری تبلیغ محدود نہ ہو بلکہ انفاس تک پہنچے اور وہ ہدایت تمہارے لئے ایک صدقہ جاریہ بن جائے۔ کیونکہ اس ایک وجود کی روحانی تبدیلی اس پر کام کرنے والے وجود کو جزاء سے ضرور نوازے گی اور اس کیلئے ایک صدقہ جاریہ ہوگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو انفرادی طور پر 1200 افراد کو پیغام پہنچانے اور گاؤں اور چھوٹے شہروں کی طرف رُخ کرنے کا جو ارشاد فرمایا ہے، وہ بھی بڑی حکمت پر مبنی بات ہے۔

اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تڑپ تو اس طرح ملفوظات میں بیان ہوئی ہے:

''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور پھر اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچائیں اور اس میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جائیں۔ بعد نماز مغرب مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے ایک پنجابی نظم سنانے کی درخواست کی جس میں انہوں نے الفاظ بیعت اور شرائط بیعت کو منظوم کیا ہوا تھا۔ جب وہ سنا چکے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ پنجابی نظموں کا ایک

مجموعہ تیار کر کے چھاپا جاوے اور یہ گاؤں بہ گاؤں لوگوں کو سناتے پھریں تا کہ خلقِ خُدا کو ہدایت ہو تو یہ بہت مفید ہو۔''

(ملفوظات جلد 2صفحہ 489)

اگر کچھ ایسے لائق اور قابل آدمی سلسلہ کی خدمات کے واسطے نکل جاویں جو فقط لوگوں کو اس سلسلہ کی خبر ہی پہنچا دیں تو بھی بہت بڑے فائدہ کی توقع کی جاسکتی ہے۔

(ملفوظات جلد 5صفحہ 682)

پھر ہندوستان میں ہی تبلیغ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

بصورت موجودہ یہ کام بھی بہت بڑا بھاری ہے کہ چند ایسے آدمی ہوں کہ وہ اسی ملک میں اچھی طرح سے گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو ہماری بعثت کی اطلاع دے دیں۔

(ملفوظات جلد 5صفحہ 684)

ہمارے امام نے ہم کو اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ایک گاؤں مخصوص کریں اور اس میں اپنا پیغام پہنچائیں لوگوں کو اس سلسلہ کی خبر ہی پہنچا دیں یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمارا کام آواز پر لبّیک کہنا ہے۔ اس کا پھل محض اس کے فضل سے لگے گا۔ ایک آواز اکثر سنی جاتی ہے یہ ملک دنیادار ہے ان کو مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن کچھ عرصہ پہلے Fort Hood میں جو واقعہ ہوا ہے جو کہ ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر میڈیا نے اسلام اور بانی اسلام کے خلاف بولنا شروع کر دیا ہے اور لوگوں کے اندر نفرت کے جذبات کو ابھارا اور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ مذہب سے ان کو تعلق نہیں ہے مذہب سے ضرور تعلق ہے۔ ہاں ان کے رُخ کو موڑنے کے لئے آج قریہ قریہ اس آواز کو بلند کرنا ہے۔ اس سلسلہ کی خبر پہنچانا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ ہیں جو ہر امریکہ میں بسنے والے احمدی کو دعوت فکر دے رہے ہیں۔

لٹریچر اور کتب موقع ومحل کے مطابق پہنچانا بھی ضروری ہے۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید صاحب نے احمدیت کو قبول کیا تو ان کو بھی حضرت اقدسؑ کی کتب ملی تھیں اور ان کا مطالعہ کر کے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس امام وقت کی بیعت کرنی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں آپ پر اعتراض کیا گیا کہ آپ کتابیں مفت تقسیم کرتے ہیں اور لوگ آپ کو سادہ مزاج کہتے ہیں کیونکہ کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ آپ نے فرمایا:

گفتہ اند کہ نکوئی کن و در آب انداز

کتابیں ہم مفت دیتے ہیں مگر اس میں ہماری سادگی نہیں ہے نہ ہم غلطی پر ہیں۔ ہمارا منشاء تبلیغ کا ہوتا ہے اگر ہزار کتاب شائع ہو اور ایک شخص بھی راہِ راست پر آجاوے تو ہمارا مطلب پورا ہو گیا۔

(ملفوظات جلد 3صفحہ 143)

اس لئے اپنی استطاعت کے مطابق ہر وہ حربہ موقع ومحل کے مطابق استعمال کرنا ضروری ہے ہر شخص کا ایک اپنا انداز ہے جو یقیناً بارآور ہوگا۔ Houston کے ڈاکٹر شیخ اعجاز احمد صاحب جو تبلیغ کے معاملے میں ایک خاص جوش رکھتے ہیں' نے اپنے کلینک کو ایسے غیر از جماعت مریضوں کیلئے' جو جماعت میں دلچسپی رکھتے ہیں' فیسوں سے مستثنیٰ رکھا ہوا ہے۔

ابھی ایک DVD تیار کی ہے جو کہ بڑی محنت سے مختلف پروگراموں سے اخذ کر کے تیار ہوئی ہے اور اس بات کے مشتاق ہیں کہ لوگوں کے گھروں تک اس کو پہنچایا جائے۔ Dallas سے مجاہد محمود صاحب زعیم انصار اللہ ہفتہ اتوار کو چرچوں اور عبادتگاہوں میں نکل جاتے ہیں کہ ہم نے پیغام پہنچانا ہے۔

کبھی یہ پیغام بھوکوں کو کھانا کھلا کر پورا کر رہے ہوتے ہیں تو کبھی اپنے انصار کو ساتھ ملا کر انفرادی تبلیغ کر رہے ہوتے ہیں۔ مکرم ومحترم لطف الرحمٰن محمود صاحب (آسٹن) تحریر اور تقریر کے ملکہ سے اس فرض تبلیغ کو ادا کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ باقی امریکہ کی جماعتوں میں خدا کے فضل سے بہت بڑھ رہا ہے۔ (ہر ایک کو دعوتِ عام ہے کہ اگر ایمان افروز تبلیغی واقعات لکھیں گے تو ان کو شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لندن کے ایک مبلغ حضرت قاضی عبداللہ بی اے بی ٹی کو جو مختلف ہدایات دی تھیں ان میں سے ایک ہدایت یہ تھی کہ گاؤں کے لوگ حق کو مضبوطی سے قبول کیا کرتے ہیں کسی چھوٹے گاؤں میں کسی سادہ علاقہ میں لندن سے دُور جا کر کہیں ایک دو ماہ رہیں اور دعاؤں سے کام لیتے ہوئے وعظ کریں پھر اس کا اثر دیکھیں یہ لوگ سختی بھی کریں گے لیکن سمجھیں اور خوب سمجھیں گے ان کی سختی سے گھبرائیں نہیں بیمار کبھی خوش ہو کر دودھ نہیں پیتا۔

عبدالعزیز مغل صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام صبح گھر سے سبزی کیلئے

نکلتے تھے۔ راستے میں تبلیغ میں مصروف ہوجاتے تورات کو واپس آیا کرتے تھے۔آج امریکہ میں لوگ مقروض ہیں۔ جاب نہیں ہے اور مختلف قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ان کیلئے ماسٹرعبدالرحمان صاحب مہرسنگھ کی آپ بیتی ایک عظیم دعوت کی صدا دیتی ہے۔

حضرت ماسٹرعبدالرحمان صاحب مہرسنگھ رضی اللہ عنہ ایک سکھ گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ کونوراسلام سے منورفرمایااور مسیح محمدی کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت سے نوازا۔دن رات اٹھتے بیٹھتے تبلیغ اسلام کرنا آپ کاشعارتھا۔ایک دفعہ آپ اتنے شدید بیمار ہوگئے کہ زندہ بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔جب سب حیلے جاتے رہےتو آپ کے دل میں ایک عجیب خیال آیا۔آپ نے اپنے بیوی بچوں کی طرف نظر کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اے اللہ! تو ہر چیز پر قادر ہے مجھ جیسے مردہ انسان کو ازسرِنو زندہ کرنا تیری قدرت میں ہے۔ میرے اہل وعیال کو ابھی میری ضرورت ہے۔ان کی پرورش میرے ذمّہ ہےتو اپنے فضل سے مجھے صحت عطا فرما۔ میں عہد کرتا ہوں کہ میں تبلیغ میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس انداز میں دعا کی اور تبلیغ کرنے کا وعدہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ دعا قبول فرمائی اور آپ کی زندگی میں برکت عطا فرمادی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

یعنی عمر بڑھانے کا اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے کہ انسان خلوص اور وفاداری کے ساتھ اعلائے کلمۃ الاسلام میں مصروف ہوجاوے اور خدمتِ دین میں لگ جاوے اور آجکل یہ نسخہ بہت ہی کارگر ہے کیونکہ دین کو آج ایسے مخلص خادموں کی ضرورت ہے اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر عمر کا کوئی ذمہ دار نہیں ہے یونہی چلی جاتی ہے۔

(ملفوظات جلد 3صفحہ 563)

جہاں اپنی عمروں کو لمبا کرنے کیلئے اور بہت سے نسخے استعمال کررہے ہیں۔وہاں ان ادویات کے ساتھ امامِ زمانہ کے اس نسخہ کو ساتھ ملالیں تو یقیناً بابرکت عمر سے نوازے جائیں گے۔

اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور دل سے محسوس کریں اور اس شعر کو اپنی زبان کا وِرد بنائیں

کونسی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں
کونسے دل ہیں جو اس غم میں نہیں ہیں بے قرار

(باقی آئندہ)

بد رسوم

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں ہر گھر کے دروازے پر کھڑے ہوکر اور ہر گھرانے کو مخاطب کرکے بدرسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں اور جو احمدی گھرانہ بھی آج کے بعد ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرے گا اور ہماری اصلاحی کوششوں کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوگا وہ یہ یاد رکھے کہ خدا اور اس کے رسول اور اس کی جماعت کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے اور وہ اس طرح جماعت سے نکال کر باہر پھینک دیا جائے گا جس طرح دودھ سے مکھی۔ پس قبل اس کے کہ خدا کا عذاب کسی قہری رنگ میں آپ پر وارد ہو یا اس کا قہر جماعتی نظام کی تعزیر کے رنگ میں آپ پر وارد ہو اپنی اصلاح کی فکر کرو۔اور خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اس دن کے عذاب سے بچو کہ جس دن کا ایک لحظہ عذاب بھی ساری عمر کی لذتوں کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے کہ اگر یہ لذّتیں اور عمریں قربان کردی جائیں اور انسان اس ایک لحظہ کے عذاب سے بچ سکے تب بھی یہ سودا مہنگا نہیں سستا سودا ہے۔''

(انصار اللہ اگست 1977صفحہ 36)

بہت سی بدعتوں میں آج کل جکڑے ہوئے ہیں ہم

ارشاد عرشیؔ ملک
arshimalik50@hotmail.com

کسی بھی قوم کے کردار کی عکاس بدرسمیں ★ تنزل کی نشانی ، دین کا افلاس بدرسمیں
نحوست کا یہ باعث ہیں بہت خناس بدرسمیں ★ محمد ﷺ کے غلاموں کو بھلا کب راس بدرسمیں
اگر دل عشقِ مہدی کا ذرا سا ذائقہ پائے
تو سفلی خواہشوں کی پیروی کرنے سے شرمائے

بہت سی بدعتوں میں آج کل جکڑے ہوئے ہیں ہم ★ رسومِ بد کو کتنے چاؤ سے پکڑے ہوئے ہیں ہم
بنے ہیں نفس کے بندے بہت تگڑے ہوئے ہیں ہم ★ جہاں جھکنا ہے لازم، اس جگہ اکڑے ہوئے ہیں ہم
سکھاتا ہے طریقے نت نئے جب نفسِ امارہ
تو اس کے داؤ سے کوئی بھی بچ پائے نہ بیچارہ

کہیں مالی پریشانی ہے ، پیہم تنگ دستی ہے ★ مگر شوقِ نمائش دل میں ہے بدعت پرستی ہے
اِدھر دیں ہاتھ سے نکلا ،اُدھر دنیا میں پستی ہے ★ مگر افسوس ہر جاہل کو سفلی مئے کی مستی ہے
فرائض واجبات اور سنتیں سب کچھ قضا کر دیں
دلوں میں ٹھنڈ تب پڑتی ہے جب رسمیں ادا کر لیں

جہاں مالی کشائش ہے ، جہاں کوٹھی میں دانے ہیں ★ وہاں کا حال مت پوچھو کہ کملے بھی سیانے ہیں
یہی گھر بدعتیں گھڑنے کے جاری کارخانے ہیں ★ ہر اک تقریب پر واں جشن کے سوسو بہانے ہیں
جنم لیتی ہیں ان اونچے گھروں میں بدعتیں ساری
مثالِ وائرس پھر پھیلتی جاتی ہے بیماری

جہاں ہے مان پیسے کا نصیحت زہر لگتی ہے ★ چھچھورے پن کی عادت ہے، متانت زہر لگتی ہے
بہت فیشن پرستی ہے، قدامت زہر لگتی ہے ★ طبیعت ہے بہت خودسر، اطاعت زہر لگتی ہے

بہت محبوب ہیں کچھ عورتوں کو من گھڑت رسمیں
اور ان کے چاؤ میں توڑیں وہ اپنے عہد اور قسمیں

ہے رسمیں چھوڑنا اِن عورتوں کے واسطے بھاری ★ بہت نازاں ہیں پشتوں سے یہ رسمیں گھر میں ہیں جاری
خوشی ہو یا غمی کرتی ہیں پوری بدعتیں ساری ★ نبھانا اس جہالت کو بھی ہے رسمِ وفاداری

نمازیں تک بُھلا دیتی ہیں وہ رسموں کے چاؤ میں
وہ ہیرے بیچ دیتی ہیں فقط کوڑی کے بھاؤ میں

بہت سے شوہروں پہ بوجھ ہے روٹی کمانے کا ★ مگر بیوی کو ہر دم شوق ہے رسمیں نبھانے کا
خوشی ہو یا غمی اک خبط ہے پیسہ لٹانے کا ★ وہ موقع ڈھونڈتی ہے ہرگھڑی دیگیں چڑھانے کا

جنم دن ہے کبھی چہلم کبھی گانے کی محفل ہے
بہانہ ڈھونڈ کر کوئی نیا' گھر بھر میں ہلچل ہے

کہیں رشتہ ہوا تو بے دھڑک رسمیں ہوئیں جاری ★ یہ جوڑا ہاں کا ہے، منگنی کے جوڑے کی ہے تیاری
جنم دن پر کبھی عیدوں پہ تحفوں کی وضع داری ★ ادھر منہ توڑ مہنگائی، ادھر پیہم خریداری

یونہی دن رات یہ شوقِ نمائش بڑھتا جاتا ہے
اسی کے چاؤ میں قرضہ سروں پر چڑھتا جاتا ہے

فقط ہونے پہ ہاں ایسی طبیعت گدگدائی ہے ★ مسلسل فون پر باتیں ہیں شوقِ آشنائی ہے
کہیں پیلے ہرے جوڑے کہیں رسمِ حنائی ہے ★ کہیں چہرہ نمائی ہے، کہیں جوتا چھپائی ہے

جو حق مہر کا پوچھو، شریعت کا حوالہ ہے
پہ جب اپنی غرض آئے شریعت تر نوالہ ہے

ہر اک تقریب پر اب رقص کی پھیلی ہے بیماری ★ مہینوں تک ہوا کرتی ہے ہرشب اس کی تیاری
اذانِ فجر تک رہتی ہے محفل رقص کی جاری ★ اسی مخلوط محفل میں پنپتی ہے گناہ گاری

میاں جب چاؤ سے خود رقص بیوی کو سکھاتے ہیں
تو بچے پیمپروں میں ہی تھرکنا سیکھ جاتے ہیں

کوئی اپریل فول ،اور کوئی سالِ نو کا شیدائی ★ کہیں یومِ ویلنٹائن پہ رسمِ پھول بھجوائی
کسی نے بن کے مجنوں عشق میں ہے شیو بڑھائی ★ جو محبوبہ نے دی مس کال تو پھر جاں میں جاں آئی

بس اب کیبل ، موبائل اور چیٹنگ زندگی اپنی
خدا جانے کہاں لے جائے گی دیوانگی اپنی

بسنت آ جائے تو گڈی اُڑانا فرض ہے ان پر ★ عبادت جان کر اس کو منانا فرض ہے ان پر
لگانا لائٹیں دیگیں پکانا فرض ہے ان پر ★ یونہی شام وسحر پیچے لڑانا فرض ہے ان پر

ادھر بچوں بڑوں کے' ڈور نے' کاٹے گلے کتنے
اور آتش بازیوں کے شوق میں چہرے جلے کتنے

یونہی رسمیں نبھانا سال بھر ایمان ہے ان کا ★ شریک کار سارے شغل میں شیطان ہے ان کا
یہ بازی سب پہ لے جائیں، یہی ارمان ہے ان کا ★ نہ ہرگز ناک ہو نیچی یہی فرمان ہے ان کا

سجاتے ہیں جو خود ماتھے پہ جھومر روسیاہی کا
تماشا دیکھ لیں گے جلد ہی اپنی تباہی کا

یہ اونچی ناک والے آخرت میں منہ چھپائیں گے ★ فرشتے روزِمحشر داغ ناکوں پر لگائیں گے
یہاں دو چار دن کی واہ واہ بے شک کمائیں گے ★ خدا سے نام لیکن فاسق و فاجر رکھائیں گے

بہت ناداں ہیں جو اس پاپ کی گٹھڑی کو ڈھوتے ہیں
گھڑی بھر کے لئے ہنستے مگر آخر کو روتے ہیں

محمد ﷺ کی غلامی کاش ان کے خوں میں رچ جائے ★ تو پھر لازم ہے ان کو ہر غلامی سے حیا آئے
خدا کا فضل ہی عرشی غلاظت سے بچا پائے ★ یہاں پھسلا قدم جس کا، پھسلتا ہی چلا جائے

بھرے گھر کو یہ رسمیں مائلِ افلاس کرتی ہیں
یہ کینسر کی طرح قوموں کا ستیاناس کرتی ہیں

جرمنی کی سیاحت

عبدالسلام، طالبعلم کیمبرج یونیورسٹی، 1948ء برطانیہ

ترجمہ: محمد زکریا ورک، کینیڈا

میں دوسری انٹرنیشنل یوتھ کانگریس میں شامل ہوا تھا جو میونخ میں 12 تا 20، اگست 1948ء منعقد ہوئی تھی۔ کانفرنس کا انعقاد باویرین یوتھ رنگ نے کیا تھا جو کہ نوجوانوں کی غیر سرکاری آرگنائزیشن ہے مگر اس کو سپانسر امریکن ملٹری حکام نے کیا تھا۔ کانگریس میں ایک ہزار کے قریب جرمن اور غیر ملکی وفود شامل ہوئے تھے۔ مغربی یورپین ممالک کے علاوہ ساؤتھ امریکہ کے ممالک، ہندوستان، مصر، شام اور پاکستان کی نمائندگی یہاں کی گئی تھی۔ روس کا کوئی نمائندہ یہاں نہیں تھا نہ ہی روس کے زیر اثر مشرقی جرمنی سے کوئی نمائندہ آیا تھا۔ میرے علاوہ پاکستان کے چار نمائندوں کی توقع تھی مگر صرف ایک ہی یہاں پہنچ سکا تھا۔ چنانچہ دوسرے وفود کی نسبت ہم ناموافق صورت حال میں تھے کیونکہ ہندوستان کے وفد میں 80 رکن تھے، جبکہ سوئٹزرلینڈ اور فرانس کے وفد میں 150 رکن تھے۔

جرمنی کی سرحد میں داخل ہونے کے ساتھ ہی تمام اخراجات باویرین یوتھ رنگ نے ادا کئے تھے۔ غیر ملکی مہمان جن کی عمر تیس سال سے اوپر کی تھی، ان کو میونخ کے شہر میں ٹھہرایا گیا تھا، کچھ کو ہوٹلوں میں اور کچھ کو نجی اقامت گاہوں میں ٹھہرایا گیا تھا۔ تیس سال سے چھوٹی عمر کے نوجوانوں کے قیام کا انتظام ٹینٹوں میں تھا جو Nymphenburg Park (نمفن برگ پارک) میں لگائے گئے تھے۔ ٹینٹ ٹاؤن کا نام جو اسے دیا گیا تھا اس کو قریوں میں تقسیم کیا گیا تھا جس میں ہر قریہ کا اپنا منتظم تھا۔ ہر ٹینٹ میں جرمن اور غیر ملکی وفود کی یکساں تعداد قیام پذیر تھی۔ ہمارے گاؤں میں جرمن، مصری، ہندوستانی اور پاکستانی شامل تھے۔ کیمپ کے اندر 200 کے قریب لڑکیاں بھی تھیں جن کے گاؤں بالکل الگ تھے۔

میں میونخ برطانوی وفد کے ہمراہ سفر کر کے گیا تھا۔ ہم پیرس میں سے ہو کر گزرے اور کارلزروے Karlsruhe میں جو فرانس اور جرمنی کا سرحدی شہر ہے، ہمارا استقبال کانگریس کے منتظمین نے کیا تھا۔

یہاں ہم نے جرمن مہمان نوازی کا پہلا مزہ چکھا تھا۔ ٹرینیں بھری ہوئی تھیں، اتنی ہی جتنی کہ یہ پاکستان میں ہجوم سے بھری ہوتی ہیں لیکن غیر ملکی (auslander) کا لفظ بولنے سے ہمیں ہمیشہ بیٹھنے کیلئے سیٹ مل جاتی رہی۔ ایسے لگتا تھا گویا پوری جرمن قوم کو باور کرایا گیا تھا کہ انہوں نے غیر ملکیوں سے کس قسم کا برتاؤ کرنا ہے۔ رائن ویلی Rhine Valley میں ہمارا بعض ایک خوبصورت ترین دیہی علاقوں میں سے گزر ہوا جہاں چھوٹے چھوٹے گاؤں، سرسبز وادیاں اور دور پہاڑیاں تھیں جن کی چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ ٹرین کے اندر افسردہ چہرے اور بوسیدہ کپڑوں میں ہجوم اگر نہ ہوتے تو ہم شاید بھول جاتے کہ ہمارا جرمنی کبھی جانا ہوا تھا۔ گاہے بگاہے ہمارا گزر تباہ شدہ شہروں میں سے ہوتا تھا۔ جرمنی کے اندر آٹھ گھنٹے کے سفر کے بعد ہم میونخ پہنچ گئے جہاں بسیں ہمارا انتظار کر رہی تھیں اور رات گزارنے کیلئے ہمیں ہمارے ٹینٹ ویلج میں بھیج دیا گیا۔

اگلی صبح باویرین یوتھ رنگ کے صدر نے سرکاری طور پر کانگریس کا افتتاح کیا۔ اس نے کہا کہ ہم نے کانگریس کا انعقاد اس لئے کیا ہے کہ جرمن لوگ

غیر ملکی مہمانوں سے مل سکیں اور غیر ملکی جرمنی کے بارے میں مزید جان سکیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ہتھیاروں سے لڑنے کی بجائے روح کے ہتھیاروں سے لڑنا سیکھیں۔ اس کی تقریر کے بعد کئی جرمن مقررین نے خطاب کیا۔ اس کے بعد باویریا کے امریکن ملٹری گورنر نے خطاب کیا۔ اس نے جرمن لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے خاص طور پر تاکید کی کہ آج آپ کو یہ موقعہ فراہم کیا گیا ہے کہ آپ لوگ دنیا پر ثابت کر دیں کہ آپ امن چاہتے ہیں اور دوسروں سے ایسے سبق حاصل کریں جو نازی حکومت کے دوران آپ کو فراہم نہیں کئے گئے تھے۔

ان تقاریر کا سلسلہ سارا دن جاری رہا بلکہ پورا ہفتہ ہی جاری رہا۔ لیکن کانگریس کے انعقاد کا اصل مقصد یہ نہیں تھا۔ سرکاری پروگرام میں نمائش دیکھنا، آپیراز اور بیلے میں جانا اور ڈرامائی پرفارمنس دیکھنا شامل تھا۔ اور اس سے زیادہ ضروری بحث ومباحثہ کے اجلاسوں Arbeitgemeinshaft میں شامل ہونا تھا۔ میں سرکاری پروگرام کے ان حصوں کا مختصر طور پر ذکر کروں گا جن میں میں شامل ہوا تھا کیونکہ ایک ہی وقت پر اتنے پروگرام ہو رہے تھے کہ انسان ہر ایک میں شامل نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ دراصل کیمپ لائف تھی اور ایسا کیمپ جہاں یوتھ کانگریس کا اصل کام سرانجام پاتا تھا۔ میونخ کی شہرت ہمیشہ آرٹسٹک پرفارمنس کی وجہ سے رہی ہے۔ اگر جنگ عظیم کی وجہ سے کوئی چیز متاثر نہیں ہوئی تو وہ میونخ لائف کا یہ رخ ہے۔ کانگریس کے منتظمین نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہمیں تفریح کے پروگراموں کیلئے مفت ٹکٹ دے دیئے تھے۔

ہمیں مختلف مباحثوں کے گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور ہر ایک کے ذمہ حالات حاضرہ کے مسائل میں سے کسی مسئلہ کا حل تلاش کرنا تھا۔ میں نے جس بحث میں حصہ لیا اس کا عنوان تھا: **عورتوں کی زیادتی کا معاشرتی مسئلہ**۔ ہمیں بتایا گیا کہ جرمنی میں شادی کے قابل نوجوانوں میں ہر 100 آدمیوں کیلئے 196 عورتیں ہیں۔ میں اور کچھ مصری جو اسی گروپ میں شامل تھے، ہم نے ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کا اسلامی حل تجویز کیا۔ یہ گفتگو تین دن تک جاری رہی۔ بعض ایک جرمنوں نے ہمیں بتلایا کہ جرمنی میں خفیہ طریقوں سے تعدد ازواج پر عمل ہو رہا ہے، ہم لوگ جذباتی وجوہات کی بناء پر اس سے مصلحت نہیں کر سکتے۔ میں نے ان کو پاکستان کے اعداد و شمار پیش کئے اور بتایا کہ ہم نے اس مسئلہ کو یوں الٹا کر دیا ہے کہ اب 100 مردوں کیلئے 85 عورتیں ہیں۔ اس تجویز پر مقامی اخبار میں کسی نے سرخی لگائی: ”پاکستان میں عورتوں کی زیادتی نہیں، ہم وہاں جانے کیلئے بس کہاں سے لے سکتے ہیں؟ میں اپنے ساتھ بھری ہوئی بس لے جا سکتا ہوں۔“

کیمپ میں ہماری غذا تسلی بخش تھی مگر مرغوب نہیں تھی۔ ہمارا دن ناشتہ سے شروع ہوتا جس میں بلیک بریڈ، جام اور جرمن کافی ہوتی تھی، دوپہر کے لنچ میں سوپ، آلو جن پر گوشت کی خوشبو چڑھائی ہوتی تھی شامل تھا۔ رات آٹھ بجے ہمیں پنیر اور ڈبل روٹی (بریڈ) کا ٹکڑا دیا جاتا تھا۔ ہمیں بتایا گیا کہ ہمارا پنیر کا راشن اتنا ہی تھا جتنا کہ یہ جرمن کا ہفتہ وار راشن تھا۔ پورا دِن ہماری باتیں سننے والے شوقین مل جاتے جو ہمارے بارے میں، پاکستان اور اسکے مسائل کے بارے میں جاننے کا شوق رکھتے تھے۔ ان کیلئے غیر ملکی پر اسرار لوگ تھے کیونکہ انہوں نے کبھی زندگی بھر اتنے سارے دنیا کے اتنے مختلف علاقوں سے آئے غیر ملکی نہیں دیکھے تھے۔ مقامی لوگ ہمیں گھومنے پھرنے کیلئے شہر لے جانا چاہتے تھے، وہ ہمیں تفریح کی چیزیں دکھانا چاہتے، ہماری خدمت کرنا چاہتے اور وہ دلی طور پر مطمئن دیکھنا چاہتے تھے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا گویا ان کو ایسا کرنے کیلئے ہدایات دی گئی تھیں۔ ان کا اسطرح ہمارا خیال رکھنا اور چھوٹے چھوٹے نقص درگزر کر دینا، ہمارے اندر جوش پیدا کرتا تھا۔۔۔

۔۔۔کیمپ سے باہر زندگی کے سنگین رخ تھے۔ جرمنی کی طویل ترین تاریخ میں یہ کبھی اتنا اوندھا نہیں ہوا تھا۔ جرمن مسائل بنیادی تھے یعنی روٹی، کپڑا، اور مکان۔ میں نے اپنے اردگرد جو کچھ دیکھا وہ مختصر طور پر عرض کئے دیتا ہوں۔ یاد رہے کہ باویریا میں کوئی بڑی صنعت نہیں تھی اور یہاں جرمنی کے دوسرے علاقوں کی نسبت کم تباہی ہوئی تھی۔ جرمنی کی غذا کی صورت حال بلاشبہ تشویشناک تھی۔ گوشت کا ماہانہ راشن چار اونس تھا جبکہ چینی، تیل اور پنیر کیلئے اس سے بھی کم تھا۔ ایک مہینہ کیلئے ان کو پچاس پاؤنڈ بریڈ ملتی تھی اور ایسے لگتا تھا کہ یہی سیاہ، خشک بریڈ ان کو زندہ رکھتی تھی۔ ان کو کوئی دودھ، چائے یا کافی نہیں ملتی تھی۔ کافی کا انہوں نے نعم البدل تلاش کر لیا تھا جو کڑوی ترین بوٹی سے بنا ہوا ہے۔ اس قسم کی کافی نصف مارک میں ملتی تھی جبکہ اصلی کافی کا ایک کپ بلیک مارکیٹ میں 25 مارک میں ملتا تھا۔

پھر کرنسی کا مسئلہ تھا۔ جب میں وہاں تھا تو نئی کرنسی ابھی ملک میں جاری نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے میرے تمام مشاہدات کا تعلق پرانے رائج مارک Reich

Mark سے ہے۔ جرمنی میں اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ اور سکے کی قدر میں کمی تھی۔ دکانوں میں فروخت کرنے کیلئے کچھ بھی نہیں تھا۔ جرمنی میں دو طبقے بسے ہوئے تھے۔ ایک تو وہ طبقہ جس نے بلیک مارکیٹ میں کئی ملین مارک کما لئے تھے اور دوسرا طبقہ وہ تھا جس کے پاس واقعی کچھ بھی نہیں تھا۔ میونخ کی ورکنگ کلاس کی معاشرتی صورت حال جاننے کیلئے ہم نے ایک سروے کیا۔ جن لوگوں کا انٹرویو کیا گیا ان میں دو ایسے محنت کش تھے جو جنگ سے قبل شاپ اسسٹنٹ تھے۔ مگر جنگ کے دوران بمباری کے بعد اب وہ بلڈنگوں کی بنیادوں سے اینٹیں ہٹا رہے تھے تا نئی بنیادیں بنائی جاسکیں۔ یہ دونوں ہفتہ میں48 گھنٹے کام کرتے، اور دونوں ایک ہی کمرہ میں رہائش پذیر تھے جس کیلئے ہر ایک پچاس مارک ادا کر رہا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کے سرکاری راشن کی قیمت 35 مارک تھی۔ یوں ان کے پاس 55 مارک رہ جاتے تھے جس سے وہ بلیک مارکیٹ میں اپنے لئے مزید راشن خریدتے، یا سگرٹ خریدتے جس کی قیمت پانچ مارک تھی یا پھر وہ کوئی نیا کپڑا خرید سکتے تھے۔

ہم نے ایک اور خاندان کا انٹرویو کیا جو سیلیسیا Silesia سے ریفیو جی تھے جو اب پولینڈ کا حصہ ہے۔ وہ لکڑی کے بنے جھونپڑے میں رہ رہے تھے جو ایک کھلی جگہ پر بمباری کے بعد علاقہ صاف کرنے کے بعد بنایا گیا تھا۔ یہ جھونپڑا صاف اور دھوپ دار تھا لیکن یہ ایک قسم کا معجزہ تھا کہ کس طرح چھ افراد اسکے اندر گھسے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کیڑے مکوڑوں کے بارے میں شکایت کی جو ان کو دن رات تنگ کرتے تھے۔ انہوں نے فوڈ تقسیم کرنے والے کارندوں کی رشوت بازی کے بارے میں شکایت کی، اور یہ باویرین لوگ ان پناہ گزینوں سے ہمدردی نہیں رکھتے تھے جو جرمنی کے دوسرے علاقوں سے یہاں وارد ہوئے تھے۔ وہ واپس چلے جانا چاہتے تھے مگر حقیقت میں ایسا ہونا ناممکن تھا۔ ان جیسے لوگوں کیلئے مختلف رنگوں والے فضول چیتھڑے بھی اشد طور پر بنیادی اہمیت کے تھے۔

جرمن لوگ جنگ کے بارے میں بات چیت کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ جنگ کے بارے میں ان کے ذہنوں میں قصوروار ہونے کا تصور نہیں تھا۔ یہ تو نازی پارٹی تھی جس نے ایسا کیا تھا اور اس کیلئے وہ ہرگز ذمہ دار نہیں تھے۔ ہٹلر کے بارے میں مجھے کئی بار یقین دہانی کرائی گئی کہ اس نے عوام کو ہپناٹائز کر دیا تھا۔ ہٹلر کے خلاف کوئی مزاحمت نہیں کرسکتا تھا کیونکہ اس کی فوجوں میں ان کے بیٹے، بھائی اور شوہر لڑائیوں میں برسر پیکار تھے۔ وہ لوگ خاموش، ناخوش اور صبر والے تھے۔ انہوں نے کوئی شکوہ شکایت نہ کیا۔ یہ لوگ ابھی تک اپنی شکست سے حواس باختہ تھے۔ قریب قریب جس کسی شخص سے میں ملا اس نے لڑائی میں کوئی نہ کوئی رشتہ دار کھو دیا تھا۔ اگر وہ اس بارے میں تلخ تھے تو وہ اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ دراصل وہ اس کو فراموش کر دینا چاہتے تھے۔ وہ نہ صرف اس جنگ کو بھول جانا چاہتے تھے جس میں سے وہ گزر رہے تھے بلکہ آئیوالی جنگ کو بھی جو اس وقت جرمن سرزمین پر لڑی جارہی تھی۔ میونخ جاتے ہوئے میں ایک جرمن انجینئر سے بات چیت کر رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ مشرق ومغرب کی اس جنگ میں جرمنی کا مستقبل کیا ہوگا؟ اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا: جرمنی کا آدھا حصہ دوسرے آدھے حصہ سے برسر پیکار ہوگا۔ ہمیں طرفین کو سپاہی فراہم کرنا ہوں گے۔ اور پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے کہا: میرے چار بچے ہیں دو بیٹے اور دو بیٹیاں، بیٹے سپاہی بن کر لقمہ اجل بن جائیں گے اور لڑکیوں کا کیا انجام ہوگا یہ خدا ہی جانتا ہے۔

جرمنی پر دوسرے ممالک کے قبضہ کے بظاہر کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے، کم از کم میونخ میں ایسا نظر نہیں آتا تھا۔ میرا واسطہ شاذ و نادر ہی کسی امریکن سپاہی سے پڑا، شہروں میں تمام کی تمام پولیس جرمن تھی۔ غیر ملکی تسلط کے آثار اس بات میں نظر آتے تھے کہ جرمن عوام کی بھاری تعداد انگلش بولتی تھی اور وہ بھی یانکی Yankee تلفظ کیساتھ، اور ریلوے سٹیشنوں پر لکھا ہوتا تھا کہ یہ داخلے کا راستہ امریکنوں کیلئے ہے جبکہ دوسروں کیلئے لکھا ہوتا تھا عوام کیلئے داخلے کا راستہ۔

جرمنوں نے ہمیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ غیر ملکی تسلط کے بارے میں ہرگز فکر مند نہیں ہوتے تھے۔ لیکن دلی طور پر جو وہ محسوس کرتے تھے بعض دفعہ اس کا اظہار نادانستہ طور پر ہو ہی جاتا تھا۔ میں ہمبرگ سے آئی ایک لڑکی سے بات چیت کر رہا تھا۔ اس نے مجھے ہمبرگ کی پے در پے بمباری کے بارے میں بتلایا، جب وہ شہر کے ایک علاقہ پر بمباری کر چکتے، تو اگلے روز پھر عین اسی جگہ پر بمباری شروع کر دیتے جہاں انہوں نے پچھلے روز اس کو ختم کیا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا آیا اس بمباری کیلئے کوئی جواز تھا؟ خدا گواہ، ہرگز ہرگز نہیں، اور پھر اس نے چلاتے ہوئے کہا" یہی وجہ ہے کہ ہم ان سے نفرت کرتے ہیں"۔

اس کے بعد فوراً اپنی بات کی اصلاح کرتے ہوئے اس نے کہا: "ہم کیوں ان سے نفرت کرتے ہیں؟" مگر اب تو اس کے دل کا راز افشا ہو چکا تھا۔

اور پھر جرمنوں نے گانا شروع کر دیا۔ ان کی یہ عادت حیران کن تھی۔ یہ لوگ کسی بھی جگہ کسی بھی وقت گا سکتے تھے یعنی نہاتے ہوئے، کھاتے ہوئے، پیتے ہوئے، گاڑیوں کے اندر اور سڑکوں کے فٹ پاتھ پر۔ ایک شخص گانا شروع کرتا اور پچاس افراد اس کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے۔ وہ سورج، ستاروں اور اپنی محبوباؤں کے بارہ میں گاتے تھے، یوں وہ سب مل کر اپنے اوپر عالم اسرار کی کیفیت وارد کر لیتے تھے جو کہ ان کی نسل میں خاص وصف ہے۔ ہم مشرق کے لوگ بھی جذباتی ہیں، ہم بھی ان کی طرح پر اسرار ہیں۔ لیکن ہماری پر اسراریت انفرادی ہے۔ آخری رات جب کیمپ نے ختم ہو جانا تھا ہم نے اس رسم میں شرکت کی جس کو وہ کیمپ فائر کا نام دیتے ہیں۔ ہجوم کے عین درمیان میں آگ سلگائی گئی تھی اور لوگوں نے تقاریر کیں جس کا مخاطب یہ آگ تھی۔ ہر کوئی سنجیدہ تھا جس سے گھبراہٹ ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ سب لوگ ایسی کیفیت مزاج میں چلے گئے جہاں وہ اچھا یا برا کرنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ میرے پاس کھڑی ایک لڑکی زار وقطار رو رہی تھی۔ اب اس کی باری تھی کہ وہ تقریر کرے۔ اس بات کا شدید خطرہ ہے کہ کہیں جرمن قوم ایک بار پھر کسی اور مہم جو آمر کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔

لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس مضمون کو داد وستائش کیساتھ ختم کروں۔ محض یہ بات کہ تمام قوموں میں سے جرمن قوم نوجوانوں کیلئے ایسے اجلاس کر رہی ہے، یہ بات اس قوم کے جوش و جذبہ پر دلالت ہے اور کم از کم ان میں سے چند افراد کے ویژن پر۔ ان جرمن لڑکوں اور لڑکیوں نے ہمارے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا یہ بذات خود قابل تحسین ہے۔ کچھ بھی کہہ لیں کانگریس کی کامیابی کم از کم اس بات میں ہے کہ بہت سارے لوگ جرمنی کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ 20 تاریخ کو جب ہم نے الوداع کہا ہمارے دل حزین تھے۔ ہمیں یوں محسوس ہوا گویا ہم اپنے پیچھے پیارے دوست چھوڑ کر جا رہے ہیں۔

(بشکریہ رسالہ راوی، نومبر 1951ء گورنمنٹ کالج لاہور)

The Ravi November 1951, Vol 45, No.1

☆☆☆☆☆

خوف ورجاء اور اللہ تعالیٰ کی خشیت

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ اس دن اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے سایہء رحمت میں جگہ دے گا۔ اول امام عادل، دوسرے وہ نوجوان جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے جوانی بسر کی۔ تیسرے وہ آدمی جس کا دل مسجدوں کے ساتھ لگا ہوا ہے' چوتھے وہ دو آدمی جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اسی پر وہ متحد ہوئے اور اسی کی خاطر وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔ پانچویں وہ پاکباز مرد جس کو خوبصورت اور بااقتدار عورت نے بدی کیلئے بلایا لیکن اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ چھٹے وہ سخی جس نے اس طرح پوشیدہ طور پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتویں وہ مخلص جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی محبت اور خشیت سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

(مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل اخفاء الصدقۃ)

وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

فاروق محمود۔ لندن

جبینِ ازل پر جو تحریر ہے ★ وہ کلمہ بھی ظالم کی جاگیر ہے؟
خدا جانے کیا اس کی تقدیر ہے ★ کہ دیں جس کا مومن کی تکفیر ہے
کریں فیصلے جو بھی شاہ و وزیر
وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

ترے دیں کے غم میں ہیں دلگیر ہم ★ دعا کی اٹھائے ہیں شمشیر ہم
ہیں صبر و رضا کی بھی تصویر ہم ★ ترے نام پر پابہ زنجیر ہم
تری رہ کے ہم ہیں شہید و اسیر
وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

کسی فانی فی اللہ کی معجز دُعا ★ نے مردہ زمانے کو زندہ کیا
اُسی سیّدؐ دو جہاں کا خدا ★ ہے سنتا غلاموں کی اب بھی دُعا
تجھی پر نظر ہے سمیع و بصیر
وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

یہ سب درد اپنے یہ سب ابتلا ★ خدا کے لئے ہیں وہی ہے جزا
نیا تو نہیں ظلم کا سلسلہ ★ عدو میرا صدیوں کا پالا ہوا!
''مَتٰی نَصر'' کہتے ہیں بندے حقیر
وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

یہ صبر انبیاء کی ہے خُو خوش نصیب! ★ ''رفع'' بھی مقدر ہے بعد از ''صلیب''
ہم اُس چاپ کو پارہے ہیں قریب ★ کہ سنتے ہیں آواز ''اِنِّیْ مُجِیْب''

چلاتے رہیں گے دُعاؤں کے تیر
وَاَنۡــتَ عَـلٰـی کُـلِّ شَـیۡءٍ قَـدِیۡـر

خفا جس سے تُو ہو کبھی نہ ہو بھول ★ ہو مقصود تیری رضا کا حصول
سکینت کا ہوتا رہے یوں نزول ★ ہوں قربانیاں بارگہ میں قبول
نہیں غم یہ فضلوں کے عُشرِ عشیر
وَاَنۡــتَ عَـلٰـی کُـلِّ شَـیۡءٍ قَـدِیۡـر

تری راہ میں پیارے جو قرباں ہوئے ★ ترے قرب کے سارے مہماں ہوئے
یہ آثار کیسے نمایاں ہوئے ★ کہ زخم اور مرہم بھی یکساں ہوئے [ع1]
ہر اِک خیر کے ہم ہیں مولا فقیر [ع2]
وَاَنۡــتَ عَـلٰـی کُـلِّ شَـیۡءٍ قَـدِیۡـر

بہت مختصر ہیں تعدّی کے باب ★ اور اسیرِ وطن کی سواری کے خواب
نکلنے کو پاؤں سے اب ہے رکاب ★ لیا جائے گا میرے خوں کا حساب
کہاں بچ کے جائے گا دشمن شریر
وَاَنۡــتَ عَـلٰـی کُـلِّ شَـیۡءٍ قَـدِیۡـر

جبینِ ازل پر جو تحریر ہے ★ وہ کلمہ بھی ظالم کی جاگیر ہے؟
خدا جانے کیا اس کی تقدیر ہے ★ کہ دیں جس کا مومن کی تکفیر ہے
کریں فیصلے جو بھی شاہ و وزیر
وَاَنۡــتَ عَـلٰـی کُـلِّ شَـیۡءٍ قَـدِیۡـر

....

ع1 حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک شعر کو اپنی سادہ زبان میں پیش کرنے کی جسارت کی ہے ؎

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی　　زخم و مرہم بَرَہِ یار تو یکساں کردی

ع2 رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ (القصص:25)

غریبوں کے خلیفہ شعر کے آئینے میں

لطف الرحمٰن محمود

خاکسار کا ایک مضمون ''غریبوں کے خلیفہ'' النّور کے مئی تا جون 2008 کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس مضمون میں عاجز نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے' غریبوں کی مدد اور مظلوموں کی دادرسی سے تعلق رکھنے والے بعض کاموں اور اُن کے حوالے سے حضورؒ کی سیرت کے چند پہلوؤں کا ذکر کیا تھا۔ اُس وقت مجھے یہ خیال آیا کہ حضرت امیر المومنینؒ کے کریم و حلیم اور حساس دل کے انہی گوشوں پر حضورؒ کے منظوم کلام سے بھی روشنی ڈالنے کی کوشش کروں مگر مضمون کی طوالت کے خوف سے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔ بحمد للہ آج ایک الگ مضمون میں اس خواہش کی تکمیل کا موقع مل رہا ہے۔

ہر شاعر کو قدرت کی طرف سے ایک حساس دل ودیعت کیا جاتا ہے۔ بناوٹ، شریانوں' وریدوں کی تعداد، وزن، آنے جانے والے خون کی مقدار تو غالباً دوسرے انسانوں کے دلوں جیسی ہی ہوتی ہے مگر فرق حسّیت میں ہوتا ہے یعنی مناظر، حالات اور کیفیات کو محسوس کرنے میں۔ اگر یہ دل ایک عاشقِ رسولؐ اور خادمِ انسانیت خلیفہ راشد کے سینے میں دھڑک رہا ہو تو اُس کی نرمی' اور اثر پذیری میں اور بھی زیادہ گہرائی اور گیرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ 1984 میں پاکستان سے لندن ہجرت کے بعد' آپ کا قلبِ صافی پہلے سے بڑھ کر درد آشنا ہو گیا۔

جن لوگوں نے حضورؒ کو دیکھا، سُنا اور پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ حضورِ انور ایک صاحبِ طرز ادیب' ولولہ انگیز خطیب اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ حضور کی منظومات کا مجموعہ '' کلامِ طاہرؔ'' کے نام سے کتابی شکل میں موجود ہے۔ جو نعتوں' نظموں اور دوسری اصنافِ سخن پر مشتمل ہے۔ معصوم مزاح سے تعلق رکھنے والے چند ظریفانہ اشعار بھی موجود ہیں۔ خالق معبودِ حقیقی سے عاشقانہ راز و نیاز پر مشتمل صوفیانہ اشعار بھی ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیہ کلام میں خاص کشش اور تاثیر پائی جاتی ہے۔

احمدی نوجوانوں سے تعلق رکھنے والے ترانے بھی ہیں۔ مرکزِ احمدیت' ربوہ سے بچھڑ جانے کے بعد' اظہارِ غم پر مشتمل اشعار کا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن اس مجموعہء کلام میں بہت سے اشعار ایسے بھی ہیں جو دُکھی' مظلوم اور مقہور طبقے کی سچی اور بے لوث محبت میں ڈُوب کر لکھے گئے ہیں۔ یہ غریب پروری اور ہمدردی کوئی تکلّف نہیں اور نہ ہی وقتی، اتفاقی یا جذباتی اظہار ہے۔ یہ خصوصیات ہمیں حضور کی شخصیت میں ایک قدرتی پیوند کے طور پر نظر آتی ہیں۔ یہ اوصافِ کریمانہ ہمیں حضور کے خطبات' تقاریر' خطوط اور دوسرے بیانات میں بھی نظر آتے ہیں۔ یہی عناصر حضور کے کلام کا بھی حصہ ہیں۔ میں اس کی مثالیں مختلف حوالوں اور زاویوں سے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

عائلی مسائل کے حوالے سے ایک رُوحانی باپ کے دُکھ

حضورؒ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی جماعت کے رُوحانی باپ تھے۔ جماعت' افراد کے مجموعہ کا نام ہے۔ ہر طبقہ رنگ، نسل، رنگ، طبیعت، مزاج اور خُو بُو کے لوگ اس عالمگیر جماعت کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دوسرے فرقوں' جماعتوں اور تنظیموں کی نسبت ہمارے ہاں عائلی جھگڑے' گھریلو تشدّ د

اور منتشر خاندان (Broken Homes) وغیرہ نسبتاً کم ہیں۔ہمیں اس صورت پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور جہاں خرابی اور کجی نظر آئے اُسکے انسداد کی فکر کرنی چاہیئے ۔ان کشیدگیوں، زیادتیوں اور جھگڑوں کی اطلاعات، شکایات اور اُن مسائل کے حل کیلئے دعاؤں کی گزارشات خلیفہء وقت تک پہنچتی رہتی ہیں۔متاثرہ افراد کی طرف سے یا جماعتی عہدیداروں کی رپورٹس کی شکل میں۔اس میں شادی کی منتظر بیٹیوں، بہنوں کے معاملات ومسائل بھی شامل کر لیجئے ان مسائل اور تفکرات کا یہ بوجھ یا شکایات کے نشتروں کی چُبھن خلیفہء وقت کے حساس دل پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔ہمیں جہاں نصائح اور ہدایات کا ذکر حضورؒ کے خطبات وتقاریر میں ملتا ہے وہاں یہ خیالات اشعار کی شکل میں بھی موجود ہیں۔حضورؒ کی ایک نظم کا عنوان ہے'' باپ کی غمزدہ بیٹی'' اس نظم کے دو بند، خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں۔ جماعت کی ایسی تمام بیٹیوں کے عائلی مسئلوں، دکھوں اور تکلیفوں کی آنچ ان اشعار میں محسوس کی جاسکتی ہے۔اس نظم میں حضور کو مخاطب کیا گیا ہے۔اگر چہ یہ خطاب حضور کی صاحبزادی کی زبان سے ہے مگر حضورؒ نے پہلے مصرعہ کے اس لفظ یعنی'' بیٹیوں'' پر نوٹ دیا ہے کہ اس سے سب احمدی بچیاں مراد ہیں۔اس نظم کے یہ دو بند ملاحظہ فرمایئے ؎

آپ کی بیٹیاں ہیں اور بھی جو — اپنوں غیروں کے ظلم سہتی ہیں
اَپنے ماں باپ سے بھی چُھپ چُھپ کر — رازِ دل آپ ہی سے کہتی ہیں

رات کے سجدوں میں اپنے رَبّ کے حضور — اُن کے غم میں بھی آپ روتے ہیں
جن کے ماں باپ اور کوئی نہیں — اُن کے ماں باپ آپ ہوتے ہیں

اگر چہ نظم، زمانی اعتبار سے حضور کی ارضی حیات کے آخری دَور سے تعلق رکھتی ہے۔ مجھے بھی اِسے مضمون کے آخر میں لانا چاہیئے تھا مگر اس کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر اسے ابتدا میں لا رہا ہوں۔ویسے بھی اپنی خلافت کے ہر دَور میں حضور کی توجہ ان مسائل پر مرتکز رہی ہے۔حضور کے قلبِ صافی میں اس صورتِ حال کیلئے ایک خاص گوشہ تھا۔حضور نے ایک نظم (گھٹا کرم کی، ہجومِ بلا سے اُٹھی ہے) میں بعض اہم فلسفیانہ نکات بیان فرمائے ہیں مثلاً تخلیقِ کائنات، قبولیتِ دُعا کی تاثیر، ابلیسی استکبار کی ماہیت وغیرہ۔اس نظم کے درج ذیل شعر میں دی گئی تشبیہہ کو ملاحظہ فرمایئے ؎

مسیح بن کے، وہی آسماں سے اُتری ہے — جو التجا، دلِ ناکتخدا سے اُٹھی ہے

اس سے پہلا شعر بھی اسی خیال سے مربوط ہے ؎

خموشیوں میں کھنکنے لگی کسک دل کی — اک ایسی ہُوک دلِ بے نوا سے اُٹھی ہے

'' ناکتخدا'' کا مطلب دوشیزہ اور عذرا یعنی کنواری ہے۔عربی اور عبرانی زبان کا لفظ'' بتولہ'' (بتول) بھی اسی مفہوم کیلئے استعمال ہوتا ہے۔انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے'' آسمانی بادشاہت'' (ماموریت زمانہ کی بعثت) کو'' دولہا'' کی آمد سے تشبیہہ دی ہے جس کے استقبال کیلئے دس دوشیزائیں اپنی مشعلوں کے ساتھ سراپا انتظار ہیں۔

ان میں سے پانچ تو آخر تک مستعدی کے ساتھ انتظار کرتی ہیں اور دولہا کے آنے پر اُس کے ساتھ استقبالیہ تقریب میں شرکت کرتی ہیں۔باقی پانچ مشعلوں کا تیل ختم

ہو جانے کہ وجہ سے محروم رہتی ہیں۔

(انجیل متی، باب 25 آیات 1 تا 13)

حضورؒ نے ''ناکتخدا'' کی تشبیہہ کو دو وجوہ کی بناء پر استعمال فرمایا ہے۔ پہلی وجہ 'معصومیت' عِفت اور عصمت کی علامت کے طور پر۔ دوسری وجہ، عہدِ حاضر کی وہ مظلومیت جو بہت سی ایسی معصوم دُخترانِ ملّت کا مقدر بن جاتی ہے جن کی شادی' جہیز کے مطالبات، یا دوسرے مسائل اور مشکلات کی وجہ سے نہیں ہو پاتی۔ اس مایوسی کی شریفانہ کیفیت ''دلِ ناکتخدا کی التجا'' کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ حضور اسی حالت کو ''دلِ بے نوا کی ہُوک'' بھی کہتے ہیں۔ ان اشعار میں حضور نے مسیح ومہدی کے ظہور کیلئے معصومانِ اُمّت کی مضطربانہ دعاؤں کا ذکر کیا ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس تشبیہہ کا انتخاب صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو ''دلِ ناکتخدا'' کے گہرے دُکھ کا ادراک رکھتا ہو۔ امام جماعت کی حیثیت سے حضور اس صورتِ حال سے واقف تھے۔

یہی وجہ ہے کہ حضورؒ اپنے خطبوں اور تقریروں میں جماعت کو یہ مسئلہ حل کرنے کی تلقین فرماتے رہے اور ''مریم شادی فنڈ'' قائم فرمایا۔ انشاءاللہ جماعت کی سینکڑوں ہزاروں بچیاں اس صدقہء جاریہ سے فیضیاب ہوتی رہیں گی۔

مظلوموں، مقہوروں اور غریبوں کے حقوق کا تحفُّظ

اسلام میں دوطرح کے حقوق کے بارے میں تعلیمات اور احکام موجود ہیں (i) حقوق اللہ (ii) حقوق العباد

لمبے عرصے سے علماء اور دیگر اصحابِ منبر ومحراب' زیادہ زور حقوق اللہ (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ) پر دیتے رہے ہیں اور اس اثناء میں معاملات، اخلاق اور حقوقِ انسانی کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ عملاً یوں محسوس ہوتا ہے اُمّہ کو دلچسپی صرف سکّے کے ایک ہی رُخ سے رہی ہے یعنی حقوق اللہ!

خلفائے راشدینؓ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے غریبوں اور مظلوموں کے حقوق کی حفاظت کیلئے سب سے زیادہ سرگرم ہونا چاہیئے تھا مگر ان حضرات نے وارثانِ منبرِ رسولؐ ہونے کا صحیح رنگ میں حق ادا نہیں کیا۔ دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ ہماری جماعت کے انسانی حقوق لمبے عرصے سے غصب ہیں۔ ہم اُنہیں دو چار اتفاقی حادثات قرار نہیں دے سکتے۔ ان میں ایک تسلسل ہے۔ ہمارے ان دکھوں کا اصل محرّک یہی طبقہ ہے۔ سب وشتم' جبر وظلم اور اشتعال انگیزی میں یہی لوگ ملوّث ہیں۔ 1989 میں حضور نے ایک لمبی نظم (کس حال میں ہیں یارانِ وطن؟) کہی جس کے آٹھ بند ہیں۔ اس میں حضور نے یہ بتایا ہے کہ مُلاّ' حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور حقیقی تعلیمات سے کتنا دُور جاچکا ہے۔ حضورؒ فرماتے ہیں

اس رحمتِ عالمؐ ابرِکرم کے یہ کیسے متوالے ہیں — وہ آگ بجھانے آیا تھا' یہ آگ لگانے والے ہیں
وہ والی تھا مسکینوں کا' بیواؤں اور یتیموں کا — یہ ماؤں' بہنوں کے سر کی چادر کو جلانے والے ہیں

وہ جُود وسخا کا شہزادہ تھا' بُھوک مٹانے آیا تھا — یہ بھوکوں کے ہاتھوں کی روٹی چھین کے کھانے والے ہیں
یہ زَر کے پُجاری' بیچنے والے ہیں دین و ایمانِ وطن — اے دیس سے آنے والے بتا کس حال میں ہیں یارانِ وطن؟

علمائے سُو کی اشتعال انگیزی سے متاثر ہوکر میڈیا بھی جماعتِ احمدیہ کی دشمنی پر کمربستہ ہوگیا۔ اس طرح جماعت احمدیہ کے افراد کو دُکھ اور اذیّت دینا کارِثواب سمجھا جانے لگا۔ طالب علموں کو تعلیمی اداروں میں ستایا گیا۔ اور ملازمین کو کام پر۔ بعض کو ملازمتوں سے فارغ کردیا گیا۔ بعض کی کسی اور رنگ میں حوصلہ شکنی اور دلآزاری

کی گئی تاجروں کا بائیکاٹ کیا گیا۔عبادت گاہوں کوجلایا اور مُنہدم کیا گیا۔پکڑ دھکڑ' قیدوبند' قاتلانہ حملے' جھوٹے مقدمات اور ظالمانہ عدالتی فیصلے یہ سب ہماری تاریخ کا حصہ ہیں۔حضور نے ان سب حوادث کے متاثرین کا غم بانٹا، اُن کا دل بڑھایا۔اُنہیں صبر کی تلقین کی۔درج ذیل بند میں ''اہلِ درد''، ''اہلِ وفا'' اور ''جانِ وطن'' سے یہی مظلوم اور مقہور مراد ہیں ۔

آ بیٹھ مُسافر پاس ذرا ' مجھے قصہء اہلِ درد سُنا — اُن اہلِ وفا کی بات بتا' ہیں جن سے خفا سُکّانِ وطن
اور اُن کے جان کے دشمن ہیں جو دیوانے ہیں جانِ وطن — اے دیس سے آنے والے بتا۔کس حال میں ہیں یارانِ وطن

اسیرانِ راہِ مولیٰ

جماعت احمدیہ کا ایک اور مظلوم طبقہ ان خواص پر مشتمل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے سُنّتِ یُوسفی کی تجدید کی توفیق عطا فرمائی ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تعصّب کی بناء پر یا ''اسلامی شعائر'' اختیار کرنے کے الزام میں (مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم لکھنے یا السلام علیکم کہنے پر) گرفتار کرلیا گیا یا جُھوٹے مقدمات چلائے گئے اور سزائیں سنا کر جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔حضورؒ نے ان قیدیوں کو ''اسیرانِ راہِ مولیٰ'' کا پیارا نام دیا اور ان قیدیوں اور اُن کے ورثاء اور اعزّہ و اقارب سے بے پناہ پیار کیا۔نیز ان اسیروں کی باعزت بریّت کیلئے پُرسوز دُعائیں کیں۔ان اسیروں نے بھی بڑی جرأت' ہمت اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔بعض ان میں سے رہا بھی ہوئے۔پھانسی گھاٹ میں ڈالے جانے والے بعض بے قصور قیدی بھی رہا ہوئے۔ایثار اور ثابت قدمی کی یہ سچی کہانیاں آنے والی نسلوں کا سرفخر سے بلند کردیں گی۔حضورؒ نے اپنے اشعار میں ان سب اسیروں پر اپنا پیار نچھاور کیا۔حضور کی ایک نظم جوان قیدیوں کی یاد میں ہے' 1991 کے جلسہ سالانہ منعقدہ برطانیہ میں پڑھی گئی۔اس نظم کے چند شعر نمونہ کے طور پر پیش ہیں ۔

یہ کس نے میرے درد کو جینے کی طلب دی — دل کس کیلئے عمرِ خضر مانگ رہا ہے
کیا تم کو خبر ہے رہِ مولا کے اسیرو! — تم سے مجھے اک رشتہء جاں سب سے سِوا ہے
آجاتے ہو' کرتے ہو ملاقات شب و روز — یہ سلسلہء ربطِ بہم صبح و مَسا ہے
اے تنگیِ زنداں کے ستائے ہوئے مہمان — وا چشم ہے' دل باز' دَرِ سینہ کُھلا ہے

سینے سے لگا لینے کی حسرت نہیں مٹتی — پہلو میں بٹھانے کی تڑپ حد سے سِوا ہے
گم گشتہ اسیرانِ رہِ مولا کی خاطر — مُدّت سے فقیر ایک دُعا مانگ رہا ہے
خیرات کر اب ان کی رہائی مرے آقا — کشکول میں بھردے جو مرے دل میں بھرا ہے

نظم ''کس حال میں ہیں یارانِ وطن؟'' کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔اس نظم میں مظلوم ومعصوم اسیرانِ رہِ مولا کا بھی ذکر وارد ہوا ہے۔یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے ۔

ظالم بدبخت کا نام نہ لے' بس مظلوموں کی باتیں کر	حاکم کا ذکر نہ چھیڑ، آزردہ محکوموں کی باتیں کر
وہ جن سے لِلّٰہ بیر ہوئے، جو اپنے وطن میں غیر ہوئے	اُن تختۂ مشقِ ستم مجبوروں محروموں کی باتیں کر
جیلوں میں رضائے باری کے جو گہنے پہنے بیٹھے ہیں	اُن راہِ خُدا کے اسیروں کی ، ان معصوموں کی باتیں کر

ظالم اور حاکم سے بیزاری اور مظلوموں محکوموں کی دلداری ان اشعار سے ہویدا ہے۔

حضور کی ایک اور نظم (دل سے زبان تک) میں اسیرانِ رہِ مولا اور شہداء کا بھی ذکر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے حضور کس طرح اُنہیں ٹوٹ کر چاہتے ہیں اور اُن کی یاد میں بے چین رہتے ہیں

لاکھوں میرے پیارے تیری راہوں کے مُسافر	پھرتے ہیں ترے پیار کو سینوں میں بسا کر
ہیں کتنے ہی پابندِ سلاسل وہ گنہگار	نکلے تھے جو سینوں پہ ترا نام سجا کر
میں اُن سے جُدا ہوں مجھے کیوں آئے کہیں چین	دل منتظر اُس دن کا کہ ناچے اُنہیں پا کر
عُشّاق ترے جن کا قدم تھا قدَمِ صدق	جاں دے دی نبھاتے ہوئے پیمان وفا کے
اتنا تو کریں اُن کو بھی جا کر کبھی دیکھیں	ایک ایک کو اپنا کہیں سینے سے لگا کر

بوسنیا کے مظلوموں سے اظہارِ یکجہتی

بوزنیا یا بازنیا (Bosnia) یورپ کا ایک مسلم ملک ہے۔ مارشل ٹیٹو کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد، جب یوگوسلاویہ کا شیرازہ بکھرا تو سَرب درندوں نے اہلِ بوسنیا کو مسلمان ہونے کی وجہ سے انسانیت سوز مظالم کا نشانہ بنایا۔ چُن چُن کر نوجوانوں کو قتل کیا گیا۔ خواتین کی بے حُرمتی کی گئی۔ آبادیاں ویران کر دی گئیں اور مساجد کو مسمار کر دیا گیا۔ حضورؒ نے ان مظالم پر گہرے دُکھ اور رنج والم کے زیرِ اثر ایک لمبی نظم میں بوسنیا کے بے بس مظلوموں سے یکجہتی کا اظہار کیا۔ یہ نظم 1994 میں جرمنی کے جلسہ سالانہ کے موقع پر پڑھی گئی۔ اُس وقت بوزنیا کے مسلمانوں کی نسل کُشی کی لہر عروج پر تھی۔ بہت سے مظلوم مہاجرین جرمنی پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ اُن میں سے بہت سے بوزنین مہاجرین اس جلسہ میں بھی موجود تھے۔ اس دردناک نظم میں حضور نے سربوں کے انسانیت سوز مظالم کا ذکر کرنے کے بعد' اہلِ بوزنیا کو بہتر مستقبل اور بحالیٔ قوت وشوکت کی دُعا اور بشارت بھی دی ہے۔ اس نظم کے چھ بند ہیں۔ ان میں سے دو بند ملاحظہ فرمائیے اور خود ہی اندازہ لگائیے کہ کس درد اور سوز میں ڈوب کر لکھے گئے ہیں

اے وائے وہ سَر ' جن کی اُتاری گئی چادر
پائستہ پدر اور پسرُ جن کے برابر
ہوتی رہی رُسوا کہیں دُختر کہیں مادر
دیکھے ہیں تیری آنکھ نے وہ ظلم کہ جن پر
پتھر بھی ' زبانیں ہوں تو' کرنے لگیں فریاد

اے بوسنیا' بوسنیا
بوسنیا! زندہ باد
قبروں میں پڑے عرش نشینوں کی قسم ہے
رولے ہوئے مٹی میں نگینوں کی قسم ہے

بہنوں کی اُمنگوں کے دفینوں کی قسم ہے
ماؤں کے سُلگتے ہوئے سینوں کی قسم ہے
ہو جائیں گے آنگن ترے اُجڑے ہوئے آباد
اے بوسنیا' بوسنیا
بوسنیا! زندہ باد

خاکسار اُن دنوں سیرالیون میں مقیم تھا۔ احقر نے اس نظم کو انگریزی قالب میں ڈھال کر حضورِ انور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت اقدسؒ نے از راہِ ذرّہ نوازی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

شہدائے احمدیت کی سدا بہار یاد

احمدی شہداء نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اپنی جانوں کا نذرانہ دیا۔ افغانستان کی سرزمین اس کی گواہ ہے اور اب تک اس کا کفارہ ادا کر رہی ہے۔ حضور علیہ السلام کے بعد' خلفائے عظام کے ادوار میں بھی تاریخ احمدیت کے اوراق شہیدوں کے خُون سے سُرخ ہوتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے عہدِ خلافت میں احمدیوں نے ملک کے طول وعرض میں جانیں نثار کیں۔ پاکستان کے علاوہ بعض دوسرے ممالک میں بھی۔ حضور نے 1983 کی ایک نظم (مردِ حق کی دُعا) کے ایک شعر میں فلسفہء شہادت ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے ؎

خُوں شہیدانِ اُمّت کا اَے کم نظر' رائیگاں کب گیا تھا کہ اَب جائے گا
ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے' پُھول پھل لائے گی' پُھول پھل جائے گی

شہیدوں کو' قرآن کریم'' اموات'' کہنے سے روکتا ہے۔ شہید' خدا کے حضور زندہ ہیں۔ وہ تاریخ کے ابواب میں بھی زندہ ہیں۔ وہ اہلِ ایمان کے دلوں میں بھی زندہ ہیں۔ ان کی ایثار سے بھرپور فدائیت کی یاد محبت کی لہروں کو تموّج بخشتی ہے۔ یہ سب شہید' حضورؒ کے دل میں بستے تھے۔ حضورؒ نے اپنے کئی خطبات میں تمام شہدائے احمدیت کا تفصیل سے ذکر فرمایا۔ اُن کیلئے دعاؤں کی تحریک کی۔ اور ان کا ذکر ہمیشہ تازہ اور تابندہ رکھنے کی تلقین فرمائی۔ ان کے عزیزوں اور پیاروں کی نگہداشت کیلئے ایک خاص فنڈ' سیّدنا بلال' مؤذّنِ رسولؐ کے اسم گرامی سے معنون کیا۔ حضورؒ نے ایک نظم ('' وفا کا امتحان'' جو جماعت امریکہ کے جلسہ سالانہ منعقدہ 1989 کے موقع پر پڑھی گئی) میں شہداء کا ذکر کیا ہے۔ اس نظم میں حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مُقدسہ میں صحابہ کرامؓ کی قربانیوں اور حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں صاحبزادہ سیّد عبداللطیف صاحب شہید کابل کا بھی حوالہ دینے کے بعد حضورؒ نے اُن تمام شہروں کے نام لئے ہیں جہاں احمدی شہیدوں کو اپنی جانوں کے نذرانے دینے کی توفیق ملی ہے۔ مثلاً مردان، سکھر، سکرنڈ، پنّوں عاقل، لاڑکانہ، حیدرآباد، نواب شاہ، کوئٹہ، اوکاڑہ، لاہور، بچیانہ، گوجرانوالہ، ٹوپی، خوشاب،

ساہیوال، فیصل آباد، سرگودھا، ننکانہ وغیرہ یہ پیارے آقا کی قدردانی ہے کہ ایک ایک جانباز کے مشہد کا نام لے کر محبت کے آنسوؤں کا تحفہ پیش کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر اس نظم کے صرف تین اشعار کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں

جہاں شیطان مومن پر رمی کرتے ہیں وہ راہیں جہاں پتھر سے مردِ حق کو سر ٹکرانا آتا ہے

اس شعر میں وارد ہونے والا لفظ ''رمی'' تشریح طلب ہے۔ رمی ایک خاص دینی اصطلاح ہے۔ موسمِ حج میں، منٰی کے مقام پر حجاج کرام، شیطان کی علامت کے طور پر استعمال کئے جانے والے تین جمروں کو کنکریاں/پتھر مارتے ہیں۔ پاکستان میں مُلّا' اختلافِ عقیدہ کی بنیاد پر احمدیوں کو سنگسار کرنے کیلئے بے چین رہتا ہے۔ بعض مقامات پر ایسے ظالمانہ واقعات ہوئے بھی ہیں۔ حضورؒ اس شعر میں موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عجیب زمانہ آ گیا ہے کہ اب شیطان اہلِ ایمان کی ''رمی'' پر کمر بستہ ہے!

جہاں پسرانِ باطل عورتوں پر وار کرتے ہیں نرِ مردان کو یہ ''شیوہٴ مردانہ'' آتا ہے

صوبہ سرحد کے شہر مردان میں ایک احمدی خاتون کو شہید کر دیا گیا۔ پٹھان دشمنی کی بناء پر مردوں کو قتل کر دیتے ہیں مگر عورتوں پر ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔ حضور نے اس شعر میں اُس خاتون کے بُزدل قاتل کو طنزاً ''نرِ مردان'' (مردان میں رہنے والا بہادر' مردوں کا فخر) کہہ کر یاد کیا ہے جو اپنے ''شیوہٴ مردانہ'' پر ہمیشہ شرمندہ و خجل رہے گا۔
انجام بخیر کے حوالے سے' احمدی شہداء کے مقام کا ظالم اور سفاک دشمنوں سے یہ موازنہ بھی ملاحظہ فرمایئے جس کا چشمہ محبت کی اتھاہ گہرائیوں سے پُھوٹ کر نکلا ہے

بگولے بن کے اُڑ جانا روشِ غولِ بیاباں کی ہمیں آبِ بقا پی کر امَر ہو جانا آتا ہے

وابستگانِ خلافت کی دلداری اور ناز برداری

حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ نے 1984 میں اللہ تعالیٰ کی منشاء کے تحت' ربوہ سے ہجرت کی۔ خداوند رحیم و کریم کی مخفی حکمت، جماعت کی غیر معمولی ترقی کی روئیداد سے ظاہر ہو چکی ہے۔ نئی جماعتوں کا قیام' قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم، دینی لٹریچر کی وسیع اشاعت' وقفِ نَو سکیم' نئی مالی تحریکات' ایم ٹی اے کے ذریعے ابلاغِ حق کا نیا سلسلہ' یورپ' امریکہ' آسٹریلیا نیز دوسرے ممالک میں مساجد کی تعمیر' غرض اس ہجرت کے بعد کا دور' جماعت کی غیر معمولی ترقی کا آئینہ دار ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ حضورؒ کے دل پر بھی اس ہجرت کا اثر تھا اور ربوہ اور پاکستان کی احمدیہ جماعتوں سے جُدائی کا زخم آخر تک ہرا رہا۔ ہم حضورؒ کے اشعار میں اس انمٹ محبت اور گہرے الم و حزن کو محسوس کر سکتے ہیں۔
حضورؒ کی بھانجی، محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ نے خاندانِ حضرت اقدسؑ' اہلِ وفائے ربوہ اور پاکستان کے احمدیوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک پُرسوز نظم رقم فرمائی۔ اس نظم کا ایک شعر ملاحظہ فرمایئے

اہلِ چمن پہ بار ہے خاموشیوں کا بوجھ اے عندلیبِ خوش نوا گلشن اُداس ہے

حضورؒ نے اسی زمین میں اپنے جذبات کو منظوم فرمایا۔ درج ذیل اشعار اسی محبت والفت اور حزن والم کے ملے جُلے جذبات کے ترجمان ہیں ؂

بس نامہ بر! اب اتنا تو جی نہ دُکھا کہ آج — پہلے ہی دل کی ایک اِک دھڑکن اُداس ہے
بَن باسیوں کی یاد میں کیا ہوں گے گھر اُداس — جتنا کہ بَن کے باسیوں کا مَن اُداس ہے

چشمِ حزیں میں آ تو بسے ہو مرے حبیب — کیوں پھر بھی میری دید کا مسکن اُداس ہے
آنکھوں سے جو لگی ہے جھڑی تھم نہیں رہی — آ کر ٹھہر گیا ہے جو ساون اُداس ہے

حضورؒ کی 1986 کی ایک اور مشہور نظم (اے مرے سانسوں میں بسنے والو) کے اشعار سے اسی محبت کی عکاسی ہوتی ہے ؂

دیارِ مغرب سے جانے والو! دیارِ مشرق کے باسیوں کو — کسی غریب الوطن مسافر کی چاہتوں کا سلام کہنا
الگ نہیں کوئی ذات میری' تمہی تو ہو کائنات میری — تمہاری یادوں سے ہی مُعَنْوَن ہے زیست کا انصرام کہنا
تمہاری خاطر ہی میرے نغمے' مری دعائیں تمہاری دولت — تمہارے دَردوالَم سے تَر ہیں مرے سجود و قیام کہنا

اگلے سال حضور نے ایک اور پُر سوز نظم (پھول تم پر فرشتے نچھاور کریں) رقم فرمائی جسے برطانیہ کے جلسہ سالانہ 1987 میں پڑھا گیا۔ درج ذیل اشعار ملاحظہ فرمایئے ؂

میری ایسی بھی ہے ایک رُودادِ غم' دل کے پردے پہ ہے خُون سے جو رقم
دل میں وہ بھی ہے اِک گوشۂ محترم' وقف ہے جو غمِ دوستاں کیلئے

جب حضور کو اہلِ وفائے پاکستان کی مجبوریاں یاد آتی ہیں تو دلِ بریاں مُجَسّم دعا بن جاتا ہے ؂

حبس کیسا ہے میرے وطن میں جہاں' پابہ زنجیر ہیں ساری آزادیاں
ہے فقط ایک رستہ جو آزاد ہے' یورشِ سیلِ اشک رواں کے لئے

ایسے طائر بھی ہیں جو کہ خُود اپنے ہی آشیانے کے تنکوں میں محصور ہیں
اُن کی بگڑی بنا میرے مشکل کُشا' چارہ کر کچھ غمِ بیکساں کے لئے

یہی دُوری اور مجبوری کا احساس اور ملاقات کی تمنا ہمیں ایک اور نظم میں نظر آتی ہے جو الفضل کے جشنِ صد سالہ تشکر کے خاص ایشوع میں شائع ہوئی ؂

میرے بھولے بھالے حبیب مجھے لکھ لکھ کر کیا سمجھاتے ہیں
کیا ایک اُنہی کو دُکھ دیتی ہے' جدائی لمبے عرصوں کی؟

'' دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی'' والی کیفیت ہے بلکہ حق یہ ہے کہ حضورؒ نے اس مفارقت کے دُکھ کو زیادہ محسوس کیا۔

حرفِ آخر

جس طرح نماز میں آخری قعدہ مقامِ درود ہے۔ میں بھی اس مضمون کے اس مرحلے تک آپہنچا ہوں۔ یہاں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ حضورؒ کے قلبِ صافی سے غریب کی مدد، مظلوم کی دادرسی، اور اہلِ درد سے محبت کے سوتے اس لئے پُھوٹتے رہے ہیں کہ ہمارے امامِ عالی مقام کو حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا۔ حضرت رحمۃ اللعالمین صلّی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تقلید کی تمنا نے ان خصوصیات کو نمایاں کر دیا۔ حضورؒ کی نعتوں میں حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی دلنواز شخصیت کے بہت سے پہلوؤں کا ذکر ملتا ہے مگر حضورؒ نے اپنے آقا و محبوب صلّی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے خاص طور پر غریب پروری اور مظلوموں کی چارہ گری کی صفات کو اُجاگر کیا ہے ؂

کافور ہوا باطل، سب ظُلم ہوا زائل　　اس شمس نے دکھلائی جب شانِ خود آرائی

ایک اور نعت میں شریعتِ محمدیؐ کو سجی سجائی دُلہن سے تشبیہہ دی ہے ؂

اللہ کے آئینہ خانے سے شریعت کی　　نکلی وہ دُلہن، کرکے جو سولہ سنگار آئی

یہ ایک نادر تشبیہہ ہے۔ اکرامِ آدمیت کا عطر اور حقوقِ انسانی کے تحفُّظ کا غازہ اس دُلہن کی تزئین و آرائش کا حصہ ہے۔
حضورؒ نے یہ سب دلرُبا انداز اور خلقِ خُدا کی خدمت کی ساری ادائیں حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم سے سیکھیں اور اخذ کی ہیں۔ حضورؒ ہی کے الفاظ میں ؂

چارہ گروں کے غم کا چارہ، دکھیوں کا امدادی آیا
راہ نما بے رہرووں کا، راہ بروں کا ہادی آیا
عارف کو عرفان سکھانے، متقیوں کو راہ دکھانے
جس کے گیت زَبُور نے گائے، وہ سردار مُنادی آیا
وہ جس کی رحمت کے سائے یکساں ہر عالَم پر چھائے
وہ جس کو اللہ نے خود اپنی رحمت کی ادا دی، آیا
صدیوں کے مُردوں کا مُحیِی، صَلِّ عَلَیْہِ کَیْفَ یُحْیِی

آخر میں دُعا ہے کہ مولیٰ کریم حضورؒ کے ان تمام مبارک کاموں اور پاک جذبوں کو شرفِ قبول سے نوازے۔ عشقِ رسولؐ اور پیرویٔ اُسوۂ حسنہ کو بلندیٔ درجات کا زینہ بنائے اور ہم سب عاجزوں اور عاصیوں کو، اپنی اپنی استطاعت و توفیق کے مطابق، غریبوں، مسکینوں، مظلوموں، مقہوروں، بے کسوں اور بے بسوں کی مدد اور حمایت کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ حضورؒ ہی کے ایک شعر پر اس تحریر کو ختم کرنے کی اجازت چاہتا ہوں ؂

میرے پیارو! خُدا کے پیاروں پر
دائما بھیجتے سلام چلو

مبشر لقمان' ماڈریٹر پوائنٹ بلینک' ایکسپریس نیوز کے نام ایک خط

امتہ اللطیف زیروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمO

مجھے 4 ستمبر 2009 کو ایکسپریس نیوز کے ٹیلیویژن کے ایک پروگرام جس میں مذہبی فرقوں کے مابین فسادات جو کہ آجکل مختلف شہروں میں ہو رہے ہیں کو دیکھنے کا موقع ملا۔ ماڈریٹر مبشر لقمان صاحب اور تین مذہبی علماء کا موجودہ حالات پر Discussion ہو رہا تھا۔ اس پروگرام کے درمیان ایک Video کا کچھ حصہ دکھایا گیا تھا۔ جس میں لاٹھیاں والا میں جماعت احمدیہ کی مسجد سے کلمہ طیبہ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰهِ جو کہ سیمنٹ سے لکھا ہوا تھا ہتھوڑیوں سے توڑ توڑ کر نیچے گندگی میں گرایا جا رہا تھا اور گرانے والوں نے جو shirts پہنی ہوئی تھیں ان کی پشت پر No Fear لکھا ہوا تھا اور پولیس بھی اس وقت وہاں موجود تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس Clip کو دکھانے کے بعد مبشر لقمان صاحب نے ایک مولانا صاحب سے اس Video پر تبصرہ کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے کہا کہ احمدی کلمہ طیبہ پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کو اجتماعی طور پر Non-Muslim قرار دیا جا چکا ہے۔ اس لئے ان کو کلمہ طیبہ لکھنے کا کوئی حق نہیں۔ مبشر لقمان صاحب کے ان کو اس طرف باوجود توجہ دلانے کے کہ کلمہ طیبہ تو ہے نا، اس کو گندگی میں گرایا جا رہا ہے اور کلمہ تو ہمارا ہی ہے اور قرآن کریم لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ کی تعلیم دیتا ہے۔ مولانا صاحب نے کوئی مثبت جواب نہ دیا۔ احمدیوں پر یہ بہتان اور باقی سارے الزامات سراسر جھوٹ اور دجل ہے۔ اس کے میرے پیارے ابا جان ملک سیف الرحمٰن بھی عینی گواہ تھے اور میں بھی عینی گواہ ہوں۔ ان مولانا صاحب کو کیا وہ حدیث یاد نہیں کہ جس میں ایک صحابیؓ نے جنگ کے دوران ایک مشرک کو اس وقت قتل کر دیا تھا جبکہ اس نے کلمہ طیبہ پڑھ دیا تھا۔ جب یہ خبر آنحضرت ﷺ کو ملی تو انہوں نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کیا اس کے کلمہ طیبہ پڑھنے کے باوجود تم نے اسے قتل کر دیا۔ اس صحابیؓ نے کہا کہ اس نے موت کے خوف سے کلمہ طیبہ پڑھا تھا تو آنحضرتؐ نے بار بار فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟

وہ پاک نبی جو کہ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْن ہے اور جن کا وجود جانوروں کے لئے بھی سراپا رحمت تھا، اسکے دین سے منسوب ہوتے ہوئے اتنی شرمناک حرکتیں اسلام کے نام پر کرنا دجل نہیں تو کیا ہے؟

اور پھر یہ زُعم کہ "ہم مسلمان ہیں احمدی مسلمان نہیں"۔ اسلام کی بنیاد تین ہی چیزوں پر ہے۔ ایک قرآن کریم اور دوسرا اسوۂ رسول کریمؐ اور تیسرے حدیث۔ پاکستان کی قومی اسمبلی نے احمدیوں کے خلاف جو قانون پاس کیا اس کے کرنے کی نہ قرآن اجازت دیتا ہے اور نہ ہی اسوۂ رسول کریمؐ اور نہ ہی آجکل کی UN کا چارٹر اجازت دیتا ہے۔ مذہب کا تعلق خدا تعالیٰ اور انسان کے مابین ہے۔ خدا تو کسی کو حق نہیں دیتا کہ وہ فیصلہ کرے کہ کون مسلمان ہے اور کون مسلمان نہیں اور کون کیسا مسلمان ہے۔

اب میں اعتراضات کی طرف آتی ہوں جو کہ جماعت احمدیہ کی مخالفت میں کئے جاتے ہیں۔ میرے ابا جان پیدائشی احمدی نہیں تھے وہ سون سکیسر کی وادی میں ایک گاؤں کھوتکہ جو کہ اب احمد آباد کہلاتا ہے کے رہنے والے تھے۔ وہ اس وقت ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھے۔ ان کے پھوپھا اپنے علاقہ کے پیر تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے میرے ابا جان کو لے پالک بنایا تھا تاکہ ان کے بعد وہ ان کے گدّی نشین ہوں۔ اس سلسلہ میں ان کو دینی تعلیم دلوائی جا

رہی تھی جس کے لئے وہ لاہور گئے تو وہاں وہ مجلس احرار کے ممبر بن گئے اور اس علاقہ کی احرار پارٹی کے جنرل سیکرٹری بن گئے۔ بچپن سے احمدیوں کے خلاف اعتراضات سنتے آئے تھے اس لئے وہ خود بھی احمدیوں کی مخالفت میں پیش پیش تھے اور اس کام کو کارِ ثواب سمجھتے تھے۔ احمدیوں کے خلاف وہ خطبات بھی دیتے تھے۔ میرے ابا جان مختلف اسلامی مدرسوں میں تعلیم پا چکے تھے اس لئے ان کی واقفیت مختلف فرقوں کے علماء سے تھی۔ وہ نیک فطرت تھے۔ بعض واقعات کی بناء پر ان کے دل میں یہ تجسس پیدا ہوا کہ دیکھیں کہ آخر احمدیوں کے عقائد ہیں کیا۔ اس کے لئے مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کیں اور مختلف احمدیوں سے ان کے روابط ہوئے۔ وہ قادیان بھی گئے اور خدا تعالیٰ سے بہت دعا کی کہ وہ ان کی صحیح راہنمائی کرے۔ وہ کیسے احمدی ہوئے یہ ایک لمبی کہانی ہے جو کہ میرے ابا جان لکھ گئے ہیں اور جماعت احمدیہ کے میگزین میں یہ سب کچھ چھپ چکا ہے۔ ابا جان کو احمدیت قبول کرنے پر بہت قربانی دینی پڑی۔ خاندان اور جائیداد سے عاق کئے گئے۔ لیکن چونکہ انہوں نے صداقت کی شناخت کر لی تھی وہ ثابت قدم رہے۔ بڑی مشکلات سے گزرے لیکن صداقت کو نہ چھوڑا۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد بھی میرے ابا جان نے مختلف مدرسہ جات میں مزید دینی تعلیم حاصل کی۔ وہ ایک عالم دین با عمل احمدی مسلمان تھے۔ ان کی سوچ متوسط تھی۔ ان کا مطالعہ وسیع تھا۔ وہ جماعت احمدیہ کے مفتی سلسلہ بھی رہے۔ ان کو جماعت احمدیہ اور غیر احمدی فرقوں کے عقائد کا اچھی طرح علم تھا۔ ان کو احمدیت کی تحقیق کے دوران معلوم ہو گیا تھا کہ جو اعتراضات احمدیت کے خلاف کئے جاتے ہیں ان میں کوئی حقیقت نہیں۔

میرا نام امۃ اللطیف زیروی ہے۔ میں قادیان میں پیدا ہوئی تھی۔ Partition کے وقت میں 3،4 سال کی تھی۔ ایک سال لاہور رہے پھر 1949 میں ہم ربوہ اس وقت گئے جب کہ وہ ایک Tent City تھا۔ میں نے میٹرک تک ربوہ میں تعلیم حاصل کی ان دنوں ربوہ میں زیادہ تر احمدی رہتے تھے۔ سارا ماحول روحانی تھا۔ مجھے علم تھا کہ ہمارے عقائد کیا ہیں۔ میٹرک کے بعد میں نے Lahore College for Women میں چار سال اور Punjab University Lahore میں دو سال پڑھا۔ یہ 1960ء کی بات ہے۔ بہت کم لڑکیاں اس وقت ربوہ سے باہر جا کر ہوسٹل میں رہ کر پڑھتی تھیں۔ ہمارا ہوسٹل کالج کی چار دیواری کے اندر ہی تھا۔ اس میں 100 سے زیادہ لڑکیاں تھیں لیکن میں اکیلی احمدی تھی۔ جب لڑکیوں کو پتا چلا کہ میں ربوہ سے آئی ہوں تو کالج کے بعد مجھے گھیر لیتی تھیں۔ احمدیوں کے خلاف جو اعتراضات وہ کرتی تھیں ان میں سے کچھ کا تو مجھے علم تھا کچھ میرے لئے نئے تھے اور میں حیران ہوتی تھی کہ ان کی معلومات کتنی غلط ہیں۔ ان کو یہ غلط معلومات دینے والے ملا لوگ ہی تھے۔ کمرہ میں مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والی لڑکیاں اکٹھی رہتی تھیں اور کسی قسم کا تعصب نہیں تھا۔ بہت پیار محبت سے رہتی تھیں۔ ہلکے پھلکے مذہبی تبادلہ خیالات ہوتے رہتے تھے۔ ایک دن میری ایک Room mate نے کہا کہ تم نماز سناؤ میں نے سنا دی تو دوسری نے کہا یہ تو وہی نماز ہے جو ہم بھی پڑھتے ہیں۔ تیسری کہنے لگی ان کی سنانے کے لئے اور نماز ہے اور پڑھتے کچھ اور ہیں۔ میں یہ سن کر حیران رہ گئی اور میں کہا مجھے کیا مصیبت پڑی ہے کہ میں دو دو مختلف نمازیں یاد کروں۔ اور میرا ایمان اور بھی مضبوط ہو گیا اور ہر اعتراض میرے ایمان کی مضبوطی کا باعث بنا کیونکہ ان کے تمام اعتراضات بے بنیاد تھے۔ مجھے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مختلف ملکوں اور شہروں میں رہنے کا موقع ملا ہے۔ اس وجہ سے میری واقفیت مختلف مذاہب کے پیروکاروں سے ہوتی رہی ہے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ ہر مذہب میں نیک لوگ ہوتے ہیں کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ قرآن کریم فرماتا ہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور یہودی اور عیسائی۔ ان میں سے جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ ان کو جزاء دے گا (2:63) اب رہا قومی اسمبلی کا فیصلہ تو 72 فرقوں نے اس وقت جو احمدیوں کے خلاف اجماع کیا یہ ایک Superficial اجماع تھا کیونکہ مختلف فرقوں کے علماء ایک دوسرے کو کافر اور واجب القتل قرار دیتے رہے ہیں اور اب بھی دیتے ہیں وہ تو قلوبھم شتّی یعنی ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں کے مصداق ہیں جو کہ آجکل پاکستان کے حالات سے ظاہر ہو رہا ہے۔ قومی اسمبلی میں جو دو ہفتے اس وقت کے احمدیوں کے خلیفہ حضرت مرزا ناصر احمد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کئے گئے اور جو جواب انہوں نے دیئے وہ اسمبلی والوں نے آج تک چھپائے ہوئے ہیں اور شائع نہیں کرتے۔ حالانکہ اگر یہ سچے ہوتے تو ساری کارروائی کم از کم فیصلہ سنانے سے قبل لوگوں کو سنا دیتے تاکہ لوگوں کو پتا چلتا کہ احمدیوں کے عقائد کیا ہیں لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ وہ ڈرتے تھے کہ حقیقت پاکستانی عوام پر کھل

جائے گی۔ یہ کارروائی آج تک Secret ہے آخر کیوں؟ قرآن کریم میں سورۃ انفطار میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ):

یعنی یقیناً ان پر نگران مقرر ہیں، معزز لکھنے والے، جو تم کرتے ہو اسے وہ جانتے ہیں۔

ان آیات کا انگریزی ترجمہ درج ذیل ہے:

Surely there are guardians over you, Noble recorders who know all that you do (82:11-13)

اس لئے وہ کارروائی سب Recorded ہے۔ جماعت احمدیہ پر سب سے بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ وہ خاتم النبیین کے منکر ہیں۔ خاتم دو طرح لکھا جا سکتا ہے۔ خاتِم کا مطلب ہے آخری دوسرا خاتَم جس کا مطلب ہے Seal یعنی مہر۔ مہر کا کام کیا ہوتا ہے Attest کرنا یا Authentic کرنا۔ خاتَم کا ایک مطلب Excellence بھی ہے۔ آنحضرتؐ خاتم النبیین تھے یعنی Seal of the Prophets ۔ ان کی مہر سے پہلے تمام نبیوں کی attestation ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کے وجود میں تمام نبیوں کی صفات بلکہ اس سے بھی زیادہ صفات تھیں۔ غیر احمدیوں کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ آنحضرت ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ اگر روحانی اولاد بھی نہ ہوگی تو اس میں ان کی کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو انا اعطینٰک الکوثر کی خوشخبری دی تھی۔ آنحضرتؐ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی سارہ سے حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے پے در پے خدا تعالیٰ نے نبی مبعوث فرمائے جن میں بعض نبی بہت شان و شوکت والے تھے۔ ان کو بادشاہت بھی ملی اور نبوت بھی۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام۔ ان کے علاوہ بھی پے در پے اور نبی آئے۔ Mosaic Dispensation میں ان کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ Mosaic Dispensation میں تو اس قدر نبی آئیں اور Muhammadan Dispensation میں کوئی نبی نہ آئے۔ نبی کون ہوتا ہے؟ نبی وہ ہوتا ہے جس سے خدا تعالیٰ کثرت سے کلام کرے اور غیب کی خبریں دیں۔ نبیوں کی دو مشہور قسمیں یہ ہیں:

1۔ وہ نبی جن کو Direct نبوت ملتی ہے۔ جو Law لاتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ۔

2۔ اُمتی نبی۔ یہ نبی Law لانے والے نبی کی اطاعت کے طفیل نبوت کی نعمت پاتے ہیں۔ یہ کوئی نیا Law نہیں لاتے بلکہ صرف اصلاح کے لئے آتے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

آنحضرتؐ نے ہر صدی کے سر پر مجدد آنے کی پیشگوئی کی ہوئی ہے اور چودھویں صدی کے سر پر امام مہدی کی پیشگوئی ہے جن کو انہوں نے ایک حدیث میں تین دفعہ کہا ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا۔ امام مہدی کا مطلب ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہوگا خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ یہ بھی تھا کہ امام مہدی حکم عدل ہوگا اور وہ امامکم منکم ہوگا۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے لا المھدی الا عیسیٰ یعنی There is no Mahdi but Isa یعنی ایک ہی وجود کے یہ دو نام ہوں گے۔ وہ مہدی بھی ہوگا عیسوی صفات کا مظہر بھی ہوگا۔ یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں' مسلمانوں میں بعد میں آیا۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔ جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اور مسلمان سخت غمزدہ ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تو یہ حالت تھی کہ انہوں نے یہ کہا کہ جو کہے گا کہ آنحضرت ﷺ فوت ہو گئے ہیں وہ ان کا سر اڑا دیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے یہ آیت پڑھی:

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل

یعنی محمدؐ ایک رسول تھے اور ان سے پہلے سب رسول گزر چکے ہیں

یعنی فوت ہو چکے ہیں۔

کسی صحابیؓ نے اس وقت یہ نہیں کہا کہ حضرت عیسیٰ تو آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عقیدہ بعد میں مسلمانوں میں آیا

جماعت احمدیہ پر ایک اور اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ وہ جہاد کے قائل نہیں۔ جہاد کے معنے ہیں to struggle, to strive جہاد مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ تلوار کا جہاد۔ ۲۔ جہاد بالقلم ۳۔ نفس کا جہاد وغیرہ۔

قرون اولیٰ میں مخالفین اسلام تلوار کے ذریعہ سے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کو قتل کر کے اسلام کو ختم کرنا چاہتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو تلوار کے جہاد کی اجازت دی جس کا ذکر سورۃ الحج میں ہے (22:40-41)

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے لے کر اب تک اسلام کے مخالفین قلم (تحریر) اور تقریر کے ذریعہ اسلام اور بانی اسلام پر حملے کر رہے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو بھی یہی ہتھیار استعمال کرنے چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود نے قلم سے اس قدر جہاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو "سلطان القلم" کا لقب عطا فرمایا۔ حضرت مسیح موعود نے 85 کے قریب کتب تحریر کی ہیں جو کہ اردو، عربی اور فارسی زبانوں میں ہیں۔ یہ سب کتب اسلام کے دفاع اور بانی اسلام کی عزت اور اعلیٰ مقام ظاہر کرتی ہیں۔ سب سے پہلی تصنیف براہین احمدیہ جو کہ انہوں نے اس وقت لکھی جب کہ انہوں نے ابھی کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا ایسی مشہور اور مقبول ہوئی کہ اس وقت کے علماء نے ان کو زبردست خراج تحسین پیش کیا یہ سب تاریخ جماعت احمدیہ میں محفوظ ہے۔

کل برکة من محمدؐ ، الخیر کله فی القرآن

جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے چند اشعار پیش ہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
جمال و حسنِ قرآں نورِ جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

یا رب صلی علی نبیک دائما
فی ھذہ الدنیا و بعث ثانی

رب اصلح امة محمد

اے ہمارے رب امت محمد کی اصلاح کر۔

اللھم اھد قومی فانه لا یعلمون

اے ہمارے رب میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ

مرض الوفات کے دوران ایک موقع ایسا بھی آیا کہ آنحضرت ﷺ کو کچھ افاقہ محسوس ہوا۔ نماز کا وقت تھا۔ آپؐ نے مجھ سے کہا کہ ابوبکر کو نماز پڑھانے کیلئے پیغام بھیج دو۔ میں نے ابوبکرؓ کو کہلا بھیجا کہ حضور نماز پڑھانے کا ارشاد فرماتے ہیں ابوبکرؓ نے کہلا بھیجا کہ میں بڑی عمر کا بوڑھا ہوں اور کمزور دل والا ہوں۔ جب مصلے پر حضورؐ کو نہ دیکھ پاؤں گا تو اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکوں گا اس لئے تم اور حفصہ دونوں مل کر حضور سے عمر کے نام پیغام بھجواؤ۔ جب ہم دونوں نے حضورؐ سے ایسا کہا تو حضورؐ نے فرمایا: اَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ۔ کہ تم تو اسی طرح کی عورتیں ہو جیسی یوسف کے خلاف سازش کرنے والی تھیں۔ ابوبکر کو نماز پڑھانے کیلئے کہو۔ جب حضور نے مؤذن کی آواز حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ سنی تو فرمایا مجھے کھڑا کرو۔ (یعنی اٹھا کر نماز کے لئے لے چلو) اس پر عائشہؓ نے کہا حضور آپ تو ابوبکر کو نماز پڑھانے کیلئے فرما چکے ہیں اور آپ تکلیف کی وجہ سے معذور بھی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا مجھے اٹھاؤ میری دلی تسکین نماز سے ہوتی ہے۔ اس پر دو آدمیوں نے پکڑ کر حضورؐ کو اُٹھایا اور سہارا دے کر نماز کے لئے لے چلے۔ حضور علیہ السلام کے قدم زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ جب ابوبکر نے حضورؐ کی آمد کو محسوس کیا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ حضورؐ نے اشارہ سے انہیں اپنی جگہ ٹھہرنے کیلئے فرمایا اور خود ابوبکر کے بائیں طرف بیٹھ گئے اور حضورؐ کی تکبیر پر ابوبکر تکبیر کہتے اور مقتدی ابوبکر کی تکبیر کی اقتداء کرتے اس طرح نماز پوری ہوئی۔ یہ لوگوں کی حضورؐ کے پیچھے آخری نماز تھی اس کے بعد حضور ﷺ فوت ہو گئے۔

(مسند الامام الاعظم کتاب الصلوٰۃ صفحہ 80)

یسوع کی برکت وعظمت کا تائیدی نشان

عاتکہ صدیقہ

The Coin of King Shali-Vahana
(Courtesy of Dr. Fida Hassnain)

یوزونام کے سکّہ کے علاوہ شالی واہن کا سکّہ بھی ملا ہے۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کئی ایک آیات میں انکی زندگی، شخصیت، موت اور انکی صحیح تعلیم کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس سے قبل ہندوؤں کی مقدس کتاب ''پران'' جس کے معنی ''قدیم تاریخ'' ہے، اسے سُتا (Sutta) نے 115 عیسوی میں ترتیب وتصنیف کیا۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی راجہ شالی واہن سے کشمیر میں ملاقات کی تفصیل ملتی ہے۔
درج ذیل آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی بابرکت زندگی اور تعلیم پر روشنی ڈالتی ہے:

وَّجَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ وَ اَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا O

(مریم:32)

نیز مجھے مبارک بنادیا ہے جہاں کہیں میں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تلقین کی ہے جب تک میں زندہ رہوں۔

پہلے مسلمان مؤرخ 'مُلّا قادری کی تاریخِ کشمیر جو 1420 عیسوی میں لکھی گئی اس میں مصنف کہتا ہے کہ میں نے ہندوؤں کی کتاب میں دیکھا ہے کہ وہ پیغمبر (یوز آصف) حضرت عیسیٰ روح اللہ نبیناً وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔

یہ ہندوؤں کی کتاب مقدس ''بھوش مہا پران'' ہے۔ اسکی اٹھارہ جلدیں ہیں۔ ان میں ایک جلد کی آیات (32-17) میں مسیح علیہ السلام کی راجہ شالی واہن سے ملاقات کا ذکر ہے۔ جب راجہ شالی واہن تخت پر قابض تھا۔ یہ ایک دن ہمالہ کے ایک ملک میں گیا وہاں پرسا کا قوم کے ایک راجہ کو وین (جوسری نگر کے قریب ہے) کے مقام پر دیکھا۔

یہ شخص سفید رنگ اور سفید لباس میں ملبوس تھا۔ راجہ شالی واہن نے اُس سے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ ان کا جواب یہ تھا کہ وہ عیسیٰ پترم (خدا کا بیٹا) اور کنواری عورت کے ہاں پیدا ہوا ہے۔ راجہ نے ان سے پوچھا ان کا مذہب کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ محبت، سچائی، دل کی پاکیزگی ہے اور اس وجہ سے میں عیسیٰ مسیح کہلاتا ہوں۔ راجہ آداب بجا لانے (After making obeisance) کے بعد واپس چلا گیا۔ راجہ شالی واہن کا زمانہ 78 عیسوی کا ہے۔ اس سے ملاقات کے زمانہ کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ یوزونام کا سکّہ غالبًا اسی راجہ شالی واہن کی طرف سے جاری ہوا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا اور اسی کی طرف حضرت مسیح الموعود علیہ السلام نے اپنی کتاب (مسیح ہندوستان میں) کے صفحہ 53 پر اشارہ کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کشمیر میں راجہ شالی واہن سے ملاقات کی تاریخی اہمیت مسلّم ہے۔ (Jesus Christ) کرائسٹ ہی ''خدا کا بیٹا' کنواری عورت سے پیدا ہونے'' کے حوالے سے معروف ہیں۔

بس۔۔۔نیکی اور شرافت

شگفتہ عزیز شاہ، اسلام آباد پاکستان

مری پیاری سہیلی کا مجھے اک فون آیا ہے
کہ جس نے آج گہری نیند سے مجھ کو جگایا ہے
وہ بولی اب تو تم ملتی ہو اور نہ ہیلو کہتی ہو
بتاؤ ان دنوں تم کونسی دنیا میں رہتی ہو؟
یہ ٹیلی فون تو اک بات کرنے کا بہانہ ہے
کہ تم نے اب مرے بیٹے کا بھی رشتہ کرانا ہے

کہا میں نے میں خادم ہوں مرا تو کام خدمت ہے
کروں انکار میں اس سے بھلا کب مجھ میں جرأت ہے
مگر یہ رشتہ ناطہ بھی عجب اک تانا بانا ہے
اُسے اس سے ملانا ہے اِسے اُس سے بچانا ہے
کسی سے پوچھنا ہے کچھ کسی کو کچھ بتانا ہے
کسی کو باخبر رکھنا کسی سے کچھ چھپانا ہے
بڑے نازک ہیں سارے مرحلے نازک زمانہ ہے
مگر ان سے گزر کر گوہرِ مقصود پانا ہے

کہا میں نے کہ کچھ بتلاؤ تو لڑکی وہ کیسی ہو؟
ہو کیا وہ غیر معمولی یا پھر وہ اپنے جیسی ہو
لگی کہنے بہن میری مقدم تو شرافت ہے
اگر مل جائے یہ تو پھر بھلا کس شے کی حاجت ہے
مگر پھر بھی ضروری ہے کہ لڑکی خوبصورت ہو

حسینہ مہ جبینہ ہو نہ میک اَپ کی ضرورت ہو
چلے تو ساتھ وہ موجِ صبا کو لے کے چلتی ہو
کھلے جب زلف تو کالی گھٹا بھی ہاتھ ملتی ہو
جو دیکھے وہ پکار اٹھے کہ یہ واللہ قیامت ہے
مرا تو مدعا بس ایک نیکی اور شرافت ہے

نہ لینا ہے نہ دینا ہے مجھے اس سے غرض کیا ہے
مگر دل میں دبی خواہش کے کہنے میں حرج کیا ہے
مرے فرزند سے اس کے ستارے بھی تو ملتے ہوں
بہم کیسے کٹے گی یہ اشارے بھی تو ملتے ہوں
کوئی گہنے کوئی جوڑے غرارے بھی تو ملتے ہوں
میسر ہو اگر گاڑی و چوبارے بھی ملتے ہوں
جو دل میں آئے کہہ دیتی ہوں بس میری یہ عادت ہے
وگرنہ مدعا میرا تو نیکی اور شرافت ہے

ہاں اس کا باپ کیا کرتا ہے اور کیا نام ہے اس کا
کمشنر ہے کہ بزنس مین ہے کیا کام ہے اس کا
کوئی عہدہ کوئی رتبہ کیا کچھ رینک ہے اس کا
کیا اپنے ملک سے باہر بھی کوئی بینک ہے اس کا
خدا نہ جھوٹ بلوائے مجھے تو سچ کی عادت ہے
مرا تو مدعا بس ایک نیکی اور شرافت ہے

پھر اس کا خانداں کیسا ہے یہ بھی جان لینا تم
ذرا آبا و قوم و نسل کو بھی چھان لینا تم
تمہیں معلوم ہے ہم بھی تو اونچی ذات والے ہیں
خدا کے فضل سے بہتوں کے ٹبر ہم نے پالے ہیں

نہیں ممکن نہیں ایسا کہ ہم میں غیرکفو آئے
ہو لڑکی راجپوتوں کی بہو ملکوں کی کہلائے
تمھیں کیا علم ان باتوں سے کتنا فرق پڑتا ہے
لڑکے والوں کا اس سے تو سیروں خون بڑھتا ہے
یہ سچی بات تم یہ نہ سمجھو کہ کہاوت ہے
مرا تو مدعا بس ایک نیکی اور شرافت ہے

کہوں کیا اور میں تم سے کہ بس اتنا ہی کافی ہے
خدا کا فضل ہے ہم پر وہ کافی ہے وہ شافی ہے
بس اتنا ہے کہ اپنی ذمہ داری سب سمجھتی ہو
نہ ہو حفظِ مراتب سے وہ عاری سب سمجھتی ہو
وہ ماہر ہو امورِ خانہ داری سب سمجھتی ہو
مجھے کیا چیز لگتی ہے کراری سب سمجھتی ہو
کسی شے سے مجھے ہو بے قراری سب سمجھتی ہو
اگر ایسے ہیں گُن اس کے مجھے منظور نسبت ہے
مرا تو مدعا بس ایک نیکی اور شرافت ہے

یہ سب کچھ جب سنا میں نے عجب دل میں خیال آیا
اُبال اُٹھے کئی اس میں طبیعت میں ملال آیا
جو رشتے تھے محبت کے ہے کیوں ان پہ زوال آیا
دراڑیں ڈالنے ان میں ہے کیوں مال و منال آیا
ٹٹولا نفس کو اپنے خود اپنے دل سے یہ پوچھا
کہیں ایسا نہ ہو اس کو بھی کچھ ایسی ہی خواہش ہو
اور اس کا مدعا کہنے کو نیکی اور شرافت ہو